آسیہ رئیس خان

روگ جوگ سنجوگ

ابر اوڑھے اور نمی سمیٹے آج کی صبح بڑی حسین تھی۔ پچھلی رات برسے بادلوں کی وجہ سے ہوائیں مستانی اور فضا دھواں دھواں سی تھی۔ سمندر قریب ہی تھا اس لیے ٹھنڈ کا اثر بھی زیادہ تھا۔ گھاس اور پودوں پر ٹھہری بوندیں ان کی سبز پوشاک کو دلکش بنا رہی تھیں۔

مون سون جاتے جاتے یوں جوش میں آیا تھا کہ کل سے مسلسل برسات ہو رہی تھی۔ اپنے کمرے کی کھڑکی سے شیشے پر ہاتھ پھیر کر اس پار کے بھیگے موسم کو اس نے بھیگی پلکوں سے مسکرا کر دیکھا۔

سمندر کنارے اس ریزورٹ میں آنا اس کی زندگی کی سب سے بڑی تبدیلی تھی۔ اب اس نے بہت آگے کا سوچنا چھوڑ دیا تھا۔ صبح اٹھ کر اسے بس آج کے دن کرنے والے کام کی فکر ہوتی تھی اور وہ اس شام تک کا ہی سوچتی تھی۔

کھڑکی کے پاس سے ہٹ کر وہ پیچھے آئی۔ آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر شانے سے بالشت بھر نیچے جھول رہے نم بالوں کو سمیٹ کر آدھے بال کیچر میں قید کیے۔ موئسچرائزر لگایا، لپ بام ہونٹوں پر رگڑنے کے بعد دروازے کے پیچھے ٹنگا سوئٹر پہنا، کلائی پر گھڑی باندھی اور آخر میں پلنگ سے دوپٹا اٹھایا اور جوتے پہن کر دروازہ بند کر کے باہر آ گئی۔

مکمل ناول

www.zemtime.com

جس کمرے کو اس کا دفتر ہونے کا شرف حاصل تھا وہ اس طویل و عریض املاک کے داخلی دروازے کے قریب پہلا کمرہ تھا اور اس کی رہائش والا کمرہ سب سے آخری۔ اس کے بغل والے کمروں میں مظفر چاچا کی رہائش تھی۔ ان دنوں ان کی بیوی بیٹا بہو اور پوتا گاؤں گئے ہوئے تھے۔

پتھریلی روش پر چل کر 'ایڈمنسٹریٹیو آفس' پہنچنے تک وہ ملازمین کی گڈ مارننگ میڈم اور گڈ مارننگ میم کا جواب دیتی رہی۔ آج ناشتے کے لیے کھانے کے کمرے کے باہر احاطے میں بوفے کا دن تھا۔ اس حصے میں اوپر چوں کہ چھت تھی، اس لیے متوقع بارش کے باوجود باورچی خانے کا عملہ انتظامات میں مصروف تھا۔

ابھی موسم ریزورٹ کی سیر کا نہیں تھا اس لیے کاٹیجز اہل اعیال سے خالی تھے ورنہ ان کی موجودگی میں جب سارے کاٹیجز بچوں عورتوں مردوں اور بزرگوں پر مشتمل خاندانوں سے بھرے ہوتے تب ماحول ہی مختلف ہوتا تھا۔ 'آف سیزن' میں عموماً وہاں دیگر سرگرمیاں ہوتی تھیں جیسے اس وقت یہاں پچھلے چار دنوں سے ایک کارپوریٹ کانفرنس ہو رہی تھی۔ اس کمپنی کے ملازمین کے علاوہ کل شب ایک نیا مہمان آیا تھا۔

السلام علیکم۔" دفتر کے باہر ہی اسے مظفر چاچا مل گئے۔"

"وعلیکم السلام۔"

"آج کانفرنس کا آخری دن ہے۔ نیا گیسٹ سر کا دوست ہے۔ ان کی بکنگ نہیں تھی، کل سر کا فون آیا تھا کہ ان کے لیے نمبر سیون ریڈی کر دیا جائے۔"

مظفر چاچا اسے مفصل حالات سے آگاہ کر رہے تھے۔ وہ اس کے یہاں آنے سے پہلے بلکہ جب یہ ریزورٹ چین شروع بھی نہیں ہوئی تھی اور یہ جگہ ایک خالی میدان تھا تب سے اس کی رکھوالی کا کام کر رہے تھے۔

زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے اور نہایت نرم خو بھی۔ کمپیوٹر چلانا اور حساب کتاب کا اندراج جیسے کام ان کے بس کے نہیں تھے اور ملازمین بھی ان کے مزاج کا غلط فائدہ اٹھاتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ ان کاموں کے لیے ایک منیجر مقرر کرنا پڑا تھا ورنہ یہاں کے کرتا دھرتا مظفر چاچا ہی تھے۔ وہ مونس کے والد کے پرانے اور خاص بندے تھے۔ جب اس سے پہلے والے منیجر نے نوکری چھوڑی تو وہاں وہ آ گئی ورنہ کام تو سارا وہ ہی دیکھتے تھے۔

وہ گزشتہ شب کی ابو کی فون کال ذہن سے جھٹک کر پوری توجہ سے کام کر رہی تھی کہ فون بجنے لگا۔ پھر گھر سے فون نہ ہو، اس خدشے کے ساتھ اس نے اسکرین پر نظر ڈالی اور علیزہ کا نام دیکھ کر اطمینان سے فون اٹھا لیا مگر دعا سلام کے بعد اس کا اطمینان ہوا ہو گیا۔

"ابھی تمہاری امی سے بات ہوئی۔" اس کے اعصاب اس بری طرح شل ہوئے کہ وہ اس بات پر حیرت کا اظہار بھی نہیں کر سکی۔

"تم نے بتایا کیوں نہیں عرشی کی منگنی ہے؟"

"میں بھی بھول گئی تھی کل ابو نے یاد دلایا۔" اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے دھیرے سے کہا۔

"پھر؟"

"پھر کیا؟"

"جانے کا کیا سوچا؟"

"کچھ بھی نہیں۔"

"بہن کا فنکشن ہے، تمہاری موجودگی ضروری ہے ورنہ سب کتنی باتیں بنائیں گے، تمہیں بھی اندازہ ہے۔"

"کچھ الفاظ ہی اِدھر اُدھر کر لو۔" وہ اس کی امی کے جملے دہرا رہی تھی۔

"ایسی کوشش بھی کیوں کروں، جب تم نے تب بھی سمجھ ہی جانا ہے۔"

"میرا ذرا بھی دل نہیں ہے، وہاں جا کر مجھے کتنی باتیں سننا پڑیں، اس کی کسی کو پروا نہیں۔" وہ ماں سے کبھی شکوہ نہیں کر سکتی تھی مگر علیزہ واحد ہستی تھی جس سے وہ سب کہہ سکتی تھی اور کہتی بھی تھی۔

"تم چاہو تو سب کی زبانیں بند کر سکتی ہو، اتنی

www.zemtime.com

معصوم اور بھولی نہیں ہو۔"

"ہاں تاکہ سب ابو کی تربیت اور چھوٹ پر انگلی اٹھائیں۔"

"تم سب کی انگلیاں بھی توڑ سکتی ہو۔" اسے اس کی مخفی تخریبی صلاحیتوں پر بڑا بھروسا تھا۔

"میری بے وقوف سہیلی! یہ سب کرنا ہوتا تو یہاں تمہاری خادمہ کیوں بنتی؟"

"کون سی خدمتیں کر رہی ہو میری؟"

"ٹیکنیکلی تمہاری ملازم تو ہوں۔"

"ٹیکنیکلی تم مونس کی ملازم ہو۔ یہ سب چھوڑو، کیسے اور کب جاؤ گی، یہ بتاؤ؟"

"لیزا! میرا بالکل دل نہیں ہے۔"

"اپنے ابو کی خاطر جاؤ۔" رگ رگ سے واقف رازداں کے نقصان بھی بہت ہیں، وہ دم پر پیر رکھتا ہے یا نبض پر ہاتھ۔

"ایک تو موسم ایسا خراب ہے پھر ابھی کنفرم ٹکٹ بھی نہیں ملے گی۔"

"ٹکٹ تو شاید مل بھی جائے لیکن ادھر کوئی برج ٹوٹ گیا ہے تو اس روٹ کی ٹرینیں بند ہیں۔"

"اور بس سے جانے کا سوال ہی نہیں۔ ایک بار کا تجربہ عمر بھر کے لیے کافی ہے۔"

"میں کی ہی ہوا بھی پچاس کی نہیں جو بس سے سفر نہیں کر سکتیں۔"

"تمہیں معلوم بھی ہے کتنے گھنٹے کا سفر ہے؟"

"نہیں۔"

"آٹھ دس گھنٹے لگتے ہیں کبھی اس سے زیادہ بھی اور راستوں کا حال تو پوچھو ہی مت۔"

"آٹھ دس گھنٹے اتنے بھی زیادہ نہیں۔ انٹرسٹی اوبر کر لو۔"

میرا مالک اتنی تنخواہ نہیں دیتا مجھے، دوسرے ابو تنہا اتنا لمبا سفر ٹیکسی سے کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

"رکھو فون۔ تم بس بہانے بناؤ گی میں دیکھتی ہوں شاید ٹرین شروع ہو گئی ہو یا جہاں تک جا رہی ہے وہاں تک جاؤ۔ آگے بس سے جانا۔"

"میں ابو سے بات....."

"اللہ حافظ۔" اس نے فون بند کر دیا۔

وہ جانتی تھی علیزہ اسے عرشی کی منگنی میں شریک کروا کے ہی دم لے گی۔ اب یکسوئی عداردھی۔ اپنا کام نپٹا کر اس نے معمول کے مطابق دوپہر کے کھانے سے قبل' کچن اور ہاؤس کیپنگ اسٹاف' کی خبر گیری کی اور انتظامات کا جائزہ لیا۔

کچھ دیر میں ہی کھانے کے کمرے میں ظہرانہ شروع ہونا تھا۔ وہ کمرے میں جانے کے بجائے باہر کھلی فضا میں چلی آئی۔ اسے اطمینان تھا کہ اس وقت سب کھانے کے لیے ایک جگہ جمع ہوں گے اور ادھر کوئی نہیں ہوگا۔

اسے یہاں رہتے دو سال ہو گئے تھے۔ جس دن اس نے خالہ کو کہتے سنا تھا کہ وہ جہاں شیراز کے رشتے کی بات کرتی ہیں، طلاق شدہ بہن کی بات درمیان میں آجاتی ہے، اس نے گھر چھوڑنے کے متعلق سوچنا شروع کر دیا تھا۔ لڑکی والوں کو یا تو اعتراض ہوتا تھا کہ طلاق شدہ بڑی نند کبھی بھابھی بھائی کو سکون سے رہنے نہیں دے گی یا فرمائش کہ پہلے اس نند کا کہیں نکاح کروا دیا جائے۔

پھر جب خالہ اس کے لیے تواتر سے رشتے لے کر آنے لگیں اور کسی طرح تھما سلسلہ دوبارہ شروع ہوتا دیکھا تو اس نے بلا سوچے سمجھے اعلان کر دیا کہ وہ ملازمت کے لیے گھر سے دور جا رہی ہے۔

وہ کامرس گریجویٹ تھی۔ طلاق کے بعد خود کو مصروف رکھنے کے لیے کچھ دن اس نے اپنے شہر کے نجی اسکول میں بچوں کو پڑھایا تھا پھر وہ چھوڑ کر گھر میں ٹیوشن لینا شروع کی۔ کچھ دن بعد وہ بند کر کے کئی کمپیوٹر کورس کیے پھر ایک اور جگہ اکاؤنٹنگ کا کام کیا۔ کچھ وقت بعد اس سے بھی اکتا گئی تو آن لائن ہاسپٹیلٹی مینجمنٹ کورس کر لیا۔

جب ابو نے نوکری کے بابت پوچھا تو اس نے کہہ دیا۔ اسی کورس کی بنیاد پر اس نے کئی جگہ درخواستیں بھیجی تھیں جن میں کچھ نے اسے انٹرویو کے

www.zemtime.com

لیے بلایا ہے۔

اس جھوٹ کے بعد اس نے بچپن کی اکلوتی، امیر اور رازدار سہیلی علیزہ کو فون کھڑکایا کہ جلد میرے لیے نوکری ڈھونڈو اور ان ہی دنوں علیزہ کے شوہر کو اپنے علی باغ کے ہالی ڈے ریزورٹ کے لیے منیجر کی ضرورت تھی۔

اس کے ایسی جگہ رہنے اور کام کرنے کی مخالفت سب کے ساتھ ساتھ ابو نے بھی کی اور یہاں بھی علیزہ کام آئی۔ مظفر چاچا اپنی بیوی اور بیٹے بہو کے ساتھ وہاں رہتے تھے۔ ان کی موجودگی اور علیزہ کی یقین دہانیوں کے بعد کہ وہ قریب ہی ہے، اس کی خبر گیری اور حفاظت کی ذمہ داری اس کی، اسے ابو سے اجازت مل سکی تھی۔

اس کا زیادہ وقت اپنے کمرے میں کتابیں پڑھنے میں گزرتا تھا یا سمندر کنارے گھنٹوں ٹہلنے میں۔ جب اکتا جاتی تو علیزہ سے ملنے چلی جاتی تھی۔ اس دوران وہ چار پانچ بار ہی گھر گئی۔ جس میں شیراز کی شادی بھی شامل تھی اور اس آزمائش کی وجہ سے ہی وہ عرشی کی منگنی میں نہیں جانا چاہتی تھی۔

وہ اپنے خیال میں گم سوئمنگ پول سے آگے نکل آئی تھی۔ بہت بڑے رقبے پر چھوٹے بڑے سے بارہ بنگلے بنے تھے۔ اس کے علاوہ کھانے کا بڑا کمرہ تھا، ایک کانفرنس ہال تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک بڑا ہال مختلف انڈور کھیلوں کے لیے مختص تھا۔ وہ جہاں پہنچ گئی تھی وہاں کی کچی زمین میں اس کے جوتے کی دو انچ ہیل اب دھنس رہی تھی۔ مزید آگے جانے کا ارادہ ترک کر کے وہ وہیں پھولوں کے قطعے کے قریب رکھے بینچ پر بیٹھ گئی۔ یوں تو اسے بھرپور تنہائی میسر تھی مگر جب اسے کچھ سوچنا ہوتا یا وہ الجھی ہوتی تو مسلسل چلتے رہنا اس کی عادت تھی۔

کچھ دیر بعد سگریٹ کی بو پر وہ خیالوں سے باہر آئی۔ یہ کسی کی موجودگی کا ثبوت تھا۔ سوچ میں غرق کش لگاتے ہوئے، سر جھکائے چلا آرہا انظر اس وقت ٹھہرا جب راستے میں بینچ رکاوٹ بنا۔ سر اٹھایا تو بینچ کے دوسری طرف وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

اوہ!" تب ہی دور سے اس طرف چلے آرہے دونو جوان ٹھٹک کر رک گئے۔"

" سوری۔" وہ دونوں واپس پلٹے۔ وہ بھی شاید اس تنہا گوشے میں سگریٹ پینے آئے تھے۔

"ہنی مون کپل!" ایک کی تمسخر بھری دبی دبی آواز دونوں تک پہنچی۔

"مڈل ایج لیلیٰ مجنوں!" دوسرے جملے کے ساتھ دونوں کا قہقہہ بھی تھا۔

"حضرت کی داڑھی سفید ہے، میرا تو ایک بال بھی سفید نہیں۔" سدوس کے چہرے پر غصہ ابھرا اور اس نے تنفر سے سوچا۔ جب سے اس نے تیس کا ہندسہ پار کیا تھا بقول علیزہ عمر کے معاملے میں بڑی زود رنج اور حساس ہوگئی تھی۔

انظر بنا کسی ردعمل کے بینچ کے برابر سے گزر کر آگے بڑھ گیا۔

" یہ شاید مونس بھائی کے مہمان ہیں۔" اس نے اس کی پشت کو دیکھتے ہوئے اندازہ لگایا۔

ابھی چند قدم ہی طے کیے تھے کہ اچانک بارش شروع ہوگئی۔ وہ تیزی سے سامنے موجود کاٹیج کی طرف بھاگی۔ کھڑکی کے چھجے کے نیچے وہ بمشکل بارش سے خود کو بچا رہی تھی۔ بارش کا زور بڑھتا جا رہا تھا۔

" کیا ضرورت تھی ادھر نکلنے کی۔" اس نے خود کو کوسا۔ مظہر چاچا سے چھتری منگوانے کے لیے اس نے سوئیٹر کی جیب سے فون نکالا۔ جب تیسری بیل پر بھی انہوں نے فون نہیں اٹھایا تو وہ بری طرح جھنجھلا گئی۔ بارش اب خوب زور پکڑ چکی تھی۔

" کسی کے ہاتھ واپس بھیج دیجیے گا۔" اچانک نمودار ہو کر اس نے ہاتھ آگے بڑھایا جس میں ونڈ چیٹر جیکٹ تھا جو کسی قدر بارش سے بھی بچا لیتا تھا۔ اس مہربانی پر وہ گومگو کی کیفیت میں تھی۔

"بارش تیز ہو رہی ہے، کیچڑ کی وجہ سے چلنا مشکل ہو جائے گا۔" کہہ تو وہ بالکل ٹھیک رہا تھا۔

" تھینک یو۔" اس کے جیکٹ لیتے ہی وہ پلٹ

www.zemtime.com

گیا۔

جیکٹ پہن کر ہوڈ سر پر ڈالتے وہ سنبھل کر آگے بڑھی۔ ہوائیں بھی تیز ہونے لگی تھیں۔ کمرے میں آکر اس نے سکون کا سانس لیا کہ کہیں پھسلے بنا سلامت پہنچ گئی تھی۔

جیکٹ اتارتے ہوئے اسے احساس ہوا اس میں بھی سگریٹ کی بو بسی تھی۔ ظہر پڑھنے کے بعد اس نے انٹر کام پر کہہ کر کافی اور سینڈوچ منگوایا اور عبدالرزاق گرنہ کا ناول لے کر بستر میں دبک گئی۔ پڑھتے ہوئے آنکھ لگ گئی تھی کہ فون کی آواز پر جاگی۔ علیزہ کا نام دیکھتے ہی وہ کراہی تھی۔

"شاہ رخ کبھی غلط ہو ہی نہیں سکتا۔" علیزہ چہک کر بولی تھی۔

"ہیں؟"

"دل سے چاہو تو کائنات کا....."

"ٹھیک ٹھیک....." وہ کراہی۔

"انظر بھائی بھی اسی طرف اورنگ آباد اپنے گھر جارہے ہیں، مونس نے ان سے بات کرلی ہے، آگے تمہیں گھر تک پہنچادیں گے۔"

"کون انظر بھائی؟"

"انظر عرفان، مونس کے دوست ہیں، ان کے نام سے مرعوب مت ہونا۔ وہ بہت نائس اور قابل بھروسا انسان ہیں ورنہ میں تمہیں ان کے ساتھ سفر پر جانے نہیں دیتی۔" اسے نائس اور قابل بھروسہ انسان والی صفت پہلی بار بری لگی۔

"میں نے تمہاری امی سے بھی بات کرلی ہے۔"

"اس کی مستعدی اسے نڈھال کررہی تھی۔

"میں انظر بھائی کا نمبر فارورڈ کررہی ہوں، بات کرلو کب نکلنا ہے، انہیں بھی تمہارا نمبر دیا ہے۔"

کوفت زدہ سی کروٹیں بدلنے کے بعد آخر اسے بستر چھوڑنا ہی پڑا۔ عصر پڑھنے کے بعد وہ کمرے سے باہر آئی۔ کانفرنس والے کچھ جاچکے تھے، کچھ نکل رہے تھے۔ ملازمین خالی کانچز کی صفائیاں کررہے تھے۔

"میں فون نہیں کروں گی، ان کے پاس بھی میرا نمبر ہے تو۔" یہ سفر میں دیر کرنے کی کوشش تھی۔

"جب مونس بھائی نے ان سے کہا ہے تو انہیں خود ہی کال کرنا چاہیے۔"

شام کی چائے کے لیے ہال میں داخل ہوتے ہوئے اسے اندازہ نہیں تھا وہاں ایک میز پر بیٹھا انظر بھی یہی سوچ رہا ہے اور یہ اتفاق دونوں کی کوشش ناکام کرنے والا ہے۔

"وہ فون کرے تو وقت ڈیسائیڈ ہوگا۔" کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے انظر نے ایک بار پھر خود تو باور کرایا۔

وہ تو کسی معجزے کے انتظار میں تھا جو اسے جانے سے روک دے مگر اب مونس کی سفارش ٹالنا ناممکن تھا۔ اسے چھینک آئی اور سدوس نے آواز کی سمت چونک کر دیکھا۔

"اوہ! مجھے جیکٹ واپس کرنا تھا۔" اسے دیکھتے ہی اسے یاد آیا۔ ٹشو رکھ کر پھر کافی کا مگ اٹھاتے ہوئے انظر کی نظر اس پر پڑی۔

"السلام علیکم۔" دونوں طرف تعارف کرایا جا چکا تھا اس لیے مروت اور اخلاق نبھانا ضروری تھا۔ وہ قریب آئی۔

وعلیکم السلام میں نے جواب دیا۔ وہ منتظر تھی کہ وہ مونس کی کال یا ان کے متوقع سفر کی بات کرے گا۔

"میم! آپ کی چائے۔" ملازم اس کی چائے لیے حاضر تھا۔ اس نے میز پر رکھ دیا۔"

"اور کچھ چاہیے؟"

"نہیں، تھینک یو۔" وہ چلا گیا۔

اس کے منصب، میزبانی اور علیزہ کی مہربانی کا تقاضا تھا سو وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔

انظر نے فون اٹھایا اور اس میں مصروف ہوگیا۔

"گھمنڈی، بے مروت، خود پسند....."

چائے کے گھونٹ کے ساتھ چپکے چپکے جائزہ لیتے ہوئے وہ کسی ماہر کی طرح اس کی 'پروفائلنگ' کرنے لگی۔ اس کی صورت حسن کے یونانی دیوتاؤں والے معیار پر تو شاید پوری نہ اترتی تھی لیکن مجموعی

www.zemtime.com

طور پر اس کا حلیہ اور شخصیت پرکشش تھی۔ اس کی وجہ شاید اس کے وجود کا ٹھہراؤ اور وقار تھا۔

"یہاں تک ریڈ ہے۔" اچانک انظر نے فون میز کے درمیان رکھا جس کا رخ اس کی سمت تھا۔ اسکرین پر کھلے گوگل میپ کے راستے پر اس کی انگلی متحرک تھی۔

"ابھی نکلیں تو ٹریفک میں پھنس جائیں گے پھر بھی اگر آپ کو جلدی ہے تو....."

"کوئی جلدی نہیں۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"اوکے۔" اس نے فون اٹھالیا۔ "صبح آپ جب بھی ریڈی ہوں ٹیکسٹ یا کال کر لیجیے گا۔"

"آپ وقت بتادیں، میں آجاؤں گی۔"

لمبے سفر پر جانا ہو تو وہ رات کو نکلتا تھا یا پھر علی الصبح۔ سفر تو یہ بھی طویل تھا، بہت طویل۔

"مجھے نہ سہی انہیں، تو وقت پر پہنچنا ہوگا۔" سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی سدوس کو دیکھتے ہوئے انظر نے سوچا۔

"چھ بجے۔"

"اوکے۔"

سوری میں۔ جیکٹ ریٹرن کرنا بھول گئی۔" کچھ لمحوں بعد اس نے کہا۔

"اٹس اوکے۔ صبح لے آیئے گا۔" وہ پھر یوں کافی پینے لگا جیسے تنہا ہو۔ سدوس کو وہ گہری سوچ میں گم محسوس ہوا۔ اس کا رویہ لیا دیا سا تھا پھر بھی چہرے سے وہ آدم بیزار نہیں لگا' نوجوان' نہیں تھا مگر درست عمر کا اندازہ لگانا بھی مشکل تھا۔ اس کے بال زیادہ سیاہ تھے لیکن داڑھی مونچھیں زیادہ سفید۔ اس کا سویٹ شرٹ، جینز، فون، میز پر رکھے ایئر پوڈز، جوتے سب ہائی اینڈ برینڈز کے تھے۔ اسے دیکھ کر ہی لگتا تھا، کوئی امیر کبیر، رکھ رکھاؤ والا بندہ ہے۔

"اور مغرور بھی!" اس نے اپنے ہی خیال کے آگے ٹکڑا جوڑا۔ اسے پھر چھینک آئی اور اس نے معذرت کی۔ کافی ختم کر کے وہ کھڑا ہو گیا۔

"صبح چھ بجے ملتے ہیں۔" برتاؤ یا مزاج کے برعکس بات کرتے ہوئے لہجے میں احترام اور نرمی تھی۔

"جی۔" سدوس نے کہا۔ وہ کرسی کھسکا کر باہر نکلا پھر رک کر اسے دیکھا۔

"آپ کہاں ملیں گی؟"

"آفس۔" ذرا ٹھہر کر اس نے جواب دیا۔

"اوکے۔"

وہ چلا گیا۔ وہ بھی چائے ختم کر کے کمرے میں آگئی۔ اگلے دن کے لیے بیگ بھرا اور ابھی سے آنے والے وقت میں ہونے والی کوفت کو سوچ کر کوفت زدہ ہوتی رہی۔

اس کے والدین کی شادی شدہ زندگی کہیں سے بھی مثالی نہیں تھی۔ ان میں اختلاف اور جھگڑے روز کی بات تھی۔ وہ پہلی اولاد تھی اور بیٹی بھی، اسی لیے باپ سے زیادہ قریب تھی۔ شیراز اکلوتا بیٹا اور عرشی سب سے چھوٹی تھی اور وہ دونوں باپ سے اس جیسے قریب نہیں تھے۔ بلکہ ان کا جھکاؤ ماں کی طرف زیادہ تھا۔

امی ہر اس بات کی مخالفت کرتی تھیں جس کے لیے ابو راضی ہوں۔ یہ ہی وجہ تھی کہ بڑے غیر محسوس طریقے سے وہ لباس اور کھانے سے لے کر تعلیم اور مضامین تک میں اسلم مرزا کی پسند اور مرضی کو فوقیت اور اولیت دینے لگی۔

فضیلت چاہتی تھیں وہ آرٹس کا انتخاب کرے لیکن اس نے اپنے ابو کی طرح کامرس لیا۔ کالج بھی ماں کی مخالفت میں مخلوط تعلیم والا منتخب کیا۔

روزمرہ کی چھوٹی موٹی باتیں تو کئی تھیں لیکن تابوت میں آخری کیل ثابت ہوا فضیلت کا شوہر کی ناراضی اور اعتراض کے باوجود ضد کر کے اس کی شادی کا فیصلہ۔

اسی وقت اسلم مرزا کے دوست کے بیٹے کا رشتہ بھی موجود تھا جو انہیں پسند بھی تھا لیکن فضیلت نے ان کی ایک نہ چلنے دی اور اس کی شادی عاطف سے ہوگئی۔ جہاں سے اگلے دن ہی وہ طلاق کا داغ لیے اپنے گھر لوٹ آئی تھی۔ عاطف اور اس کے گھر

www.zemtime.com

والوں نے اس کی وجہ نہیں بتائی تھی نہ وہ سمجھ پائے۔

اس کے بعد اس کے اندر ماں کے لیے بغاوت کے جذبات ابھرے اور اب تک باپ پر انہیں حاوی دیکھنے کا دبا دبا غصہ ظاہر ہونے لگا۔ صرف شوہر کو زک پہنچانے اور ان کی پسند کے خلاف جانے کے لیے انہوں نے بیٹی کی زندگی تباہ کردی تھی اور اسے ان کے چہرے پر اس کا افسوس، دکھ اور ملال بھی نظر نہیں آتا تھا۔

کچھ وقت کے بعد جب دوبارہ انہوں نے اس کے لیے رشتے دیکھنا شروع کیے تو وہ ان کی ہٹ دھرمی پر ان سے پوری طرح متنفر ہوگئی کہ شوہر کو تکلیف دینا اور انہیں نیچا دکھانا ہی ان کی زندگی کا مقصد ہوگیا تھا اور اتنی بڑی غلطی کے بعد اسلم مرزا کو شامل کیے بنا ایک بار پھر انہوں نے خود ہی شادی اور رشتے کی ذمہ داری اپنے سر لے لی تھی۔

کچھ آس پاس کے لوگوں کی باتیں بھی تھیں کہ اس کا رویہ باپ کے علاوہ سب کے ساتھ تلخ ہوتا گیا۔ جذباتی اور دلی طور پر تو ان سے دور تھی ہی اب جسمانی طور پر بھی وہ فاصلے پر تھی۔ شادی، پھر طلاق، اس کے بعد لوگوں کے رویے اور باتیں، ماں کا رویہ، دوبارہ شادی کی لٹکتی تلوار..... یہ اس کے دکھ، فکر اور کرب تھے جنہیں وہ سب سے دور ہو کر تنہا جھیل رہی تھی۔

☆☆☆

وہ وقت پر پہنچ گئی تھی۔ کچھ دیر بعد ہی مظفر چاچا نے اطلاع دی۔

"سر بلا رہے ہیں۔"

وہ بیگ اور پرس لے کر اٹھی تو انہوں نے بیگ اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ دروازے پر پہنچ کر اسے وِنڈ چیٹر جیکٹ یاد آیا جو کرسی پر رکھا تھا۔

"اف! پھر بھول رہی تھی۔"

باہر وہ سفید بی ایم ڈبلیو کے پاس کھڑا تھا۔ مظفر چاچا سے بیگ لے کر اس نے پچھلی نشست پر رکھ دیا۔

"یعنی مجھے آگے بیٹھنا ہے۔" وہ قریب پہنچی تو سلام کے بعد اس نے اگلا دروازہ کھولا۔ وہ شکریہ کہتی اندر بیٹھ گئی۔

اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر دروازہ بند کیا۔ سدوس نے کھڑکی کا شیشہ نیچے گرا کر مظفر چاچا سے الوداعی کلمات کہے۔

"چلیں؟" فون اور گوگل میپ پر منزل سیٹ کرنے کے بعد انظر نے اس سے اجازت طلب کی۔

"جی۔" اس نے مظفر چاچا کو ہاتھ ہلا کر اللہ حافظ کہا اور شیشہ چڑھا لیا۔ ممبئی سے باہر نکلنا ہی مشکل تھا اگر ٹریفک ملتا، اسی لیے اس نے چھ بجے سفر شروع کیا تھا۔ دس منٹ بھی نہیں ہوئے تھے کہ بارش شروع ہوگئی۔ اس نے پرس سے عبدالرزاق گرنہ کے ناول کا ترجمہ 'یادِ مفارقت' نکالا جو کل شروع کیا تھا اور پڑھنے لگی۔ کچھ دیر میں وہ بھول گئی کہ بازو میں کوئی اور بھی ہے۔ اس کی محویت نے انظر کو اسٹیریو لگانے سے باز رکھا۔ پہلو بدلتے اور کبھی ناخن کترتے ہوئے اس نے ناول ختم کرنے کے بعد ہی سر اٹھایا۔ انظر بڑا متاثر ہوا۔

اس نے کتاب واپس رکھی تھی کہ فون بجنے لگا۔ اس نے نکلنے سے پہلے پیغام چھوڑ دیا تھا۔ وہی دیکھ کر اسلم مرزا کال کر رہے تھے۔

"السلام علیکم ابو..... جی ابو نکلے ہیں..... چھ بجے..... جی..... انہیں اورنگ آباد جانا ہے، وہاں سے میں آجاؤں گی۔ نہیں نہیں کسی کو نہ بھیجیں، ویسے ہی وہاں کام بہت ہوں گے۔ جی..... اللہ حافظ۔"

وہ شہر کی حدود سے باہر نکل آئے تھے۔ راستے کے دونوں طرف ہورڈنگز پر مختلف اشتہارات تھے۔ وہ یونہی سب کو بغور دیکھ رہی تھی کہ ایک پر نظر پڑتے ہی اس نے آنکھیں پھاڑ کر اس ہورڈنگ کو گھورا پھر جیسے سلوموشن میں اس کا سر خود بخود انظر کی طرف گھوم گیا۔ اسے بغور دیکھنے کے بعد اس نے پھر ہورڈنگ کو دیکھا جو اب بالکل قریب تھی۔

وہ ریئلٹی شو 'آئیڈیا دتھ میڈیا' کا اشتہار تھا۔ جس کے چار ججز کی تصویر میں ایک ہو بہو انظر جیسی

تھی۔ اس شو میں شرکاء اپنے بزنس آئیڈیاز بزنس پلان کے ساتھ ججز کے سامنے پیش کرتے تھے۔ پریزینٹیشن اور سوال جواب کے بعد اگر وہ قائل ہوتے تو ان کے آئیڈیاز میں انویسٹ کرتے تھے۔

اس نے ہورڈنگ پر نام پڑھنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔ کار تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی اور وہ پیچھے رہ گیا تھا۔ اس نے سر پیچھے موڑ کر جہاں تک دیکھ سکتی سے اسے دیکھا پھر سیدھی ہو کر چور نظروں سے انظر کو گھورا۔

"علیزہ نے بتایا کیوں نہیں؟ اچھا......" اس کے دماغ بتی جلی۔

"اس لیے اس نے کہا تھا نام سے مرعوب مت ہونا۔" اس نے فون نکالا اور گوگل پر اس کا نام سرچ کرنے لگی۔

"انظر عرفان، ہائیٹ چھ فٹ دو انچ، باپ کا نام عرفان احمد، ماں کا نام رونق بانو، ایک بہن، تاریخ پیدائش چار فروری انیس سو چوراسی، تعلیم آئی آئی ایم اندور، پیشہ سی ای او سلیٹ۔" وہ غیر دلچسپ تفصیل پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے آخری لفظ پر ٹھٹک گئی۔

"اوہ!" اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ 'سلیٹ' تو اس کے فون میں بھی تھا۔ یہ نئے لکھنے والوں کی سیلف پبلشنگ سائٹ اور ایپ کا نام تھا جو کئی زبانوں میں تھی۔ سب طرف اس کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ نہ صرف نئے لکھنے والوں اور پڑھنے کے شوقین لوگوں میں بلکہ اسٹارٹ اپس اور بزنس کی دنیا میں بھی۔ اس نے تو شیئر مارکیٹ میں اس کے 'آئی پی او' آنے کی خبر بھی کہیں پڑھی تھی۔

اس نے ریئلٹی شو کے لیے یوٹیوب کا رخ کیا۔ غیر محسوس طور پر وہ دروازے سے لگ کر ترچھی ہو گئی تھی۔ ایک خاتون کے ساتھ تین مرد ججز میں وہ "ینگیسٹ" تھا۔

"یہ عجیب منافقت ہے دنیا کی!" اس نے بسورتے ہوئے دل میں سوچا۔ "عورت تیس کی بوڑھی اور مرد چالیس کا بھی ینگیسٹ...... ہونہہ......"

وہ خود اور کامیاب اسٹارٹ اپ سی ای او کے طور پر مشہور تھا۔ ویڈیو کے نیچے تبصروں اور آراء پر نظر ڈالتے ہوئے اسے احساس نہیں تھا کہ اس کے بدلتے تاثرات سے وہ محظوظ ہو رہا ہے۔ وہاں رائے اور تبصرے نہیں تھے بلکہ اس کے 'سالٹ اینڈ پیپر لک' پر لڑکیاں فدا ہو رہی تھیں۔ وہ ججز میں سب سے زیادہ مقبول تھا اور وجہ میں کسی قابلیت صلاحیت کا تو ذکر نہیں تھا بس اس کی صورت اور شخصیت کی تعریفیں اور آہیں تھیں۔ جانے کتنی دیر بعد اسے احساس ہوا تو وہ فون بند کر کے سیدھی ہوئی اور پھر مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ واقعی وہی ہیں؟"

اور جیسے اس نے اس کا خیال سن لیا۔

"میری ہی تصویر تھی......" اس نے ایک ہاتھ اٹھا کر پیچھے اشارہ کیا۔ "وہاں ہورڈنگ پر۔" وہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"آں...... ہاں......" اس نے سر ہلایا۔

"آپ کو برا تو نہیں لگا میں نے پہچانا نہیں؟" وہ بے ساختہ ہنسنے لگا۔

"بالکل نہیں۔" وہ خجل سی ہو گئی۔

"نہیں...... دراصل میں نے ابھی دیکھا آپ بہت مقبول ہیں تو آپ کو فوراً پہچان لیے جانے کی عادت ہو گی شاید دیکھتے ہی آٹوگراف بھی مانگتے ہوں گے لوگ۔" ایسے زیرک بندے سے کیا چھپانا جو ٹھیک ٹھاک ذہن پڑھ لے۔

"ہاہا...... ایسا بھی نہیں، میں ویسے بھی زیادہ پبلک یا سوشل گیدرنگز اٹینڈ نہیں کرتا ہوں۔"

"آپ کی فین فالوونگ تو کافی لگتی ہے۔" وہ کسر نفسی سے مسکرایا۔

"ویسے اس سیزن کے بعد میں کانٹریکٹ رینیو نہیں کروں گا۔"

"کیوں؟ آپ بطور جج کافی کامیاب ہیں۔"

"یہ میں نے ایک دوست کے اصرار پر قبول کیا تھا۔ میری دلچسپی بزنس میں ہے ریئلٹی شوز یا شوبز

www.zemtime.com

میں نہیں۔"

"اچھا! آپ کو تو کتابوں سے دلچسپی ہے۔" اسے یہ بات اچھی لگی اور اس کا اظہار اس کی آواز سے بھی ہو رہا تھا لیکن وہ جس طرح چپ تھا سدوس نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"آپ کو کتابوں یا مطالعے میں بھی انٹرسٹ نہیں؟"

"کتاب نان فکشن یا میری فیلڈ یعنی بزنس کی ہو تو شوق سے پڑھتا ہوں لیکن فکشن یا ناولز وغیرہ میں نہیں پڑھتا۔"

"پھر آپ کو 'سلیٹ' کا خیال کیسے آیا؟"

"اس وقت ذہن میں بہت سارے کانسیپٹس تھے، مارکیٹ ریسرچ کے بعد لگا 'سلیٹ' کے لیے وقت اور موقع مناسب ہے اس لیے اس پر کام کیا، یہ جذباتی فیصلہ نہیں تھا بلکہ ویل پلانڈ اور سوچا سمجھا بزنس وینچر تھا۔"

"میں بھی ایپ یوز کرتی ہوں۔"

"تھینک یو۔" اس نے مسکراتے ہوئے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔

"آپ کا شوق تو نظر آ رہا تھا۔"

"یہ میرا واحد شوق ہے۔"

"ویسے جلد ہم پبلشنگ فیلڈ میں بھی قدم رکھنے والے ہیں، کارڈ کا پبلشنگ۔ بچوں کی کامک بکس سے اس کی ابتدا ہوگی۔"

"صرف انگریزی میں یا دیگر زبانوں میں بھی؟"

"ابھی انگریزی، ہندی، مراٹھی اور بنگالی میں ان شاء اللہ اس کے بعد باقی ریجنل لینگویجز کو بھی شامل کریں گے۔"

"اردو لازمی شامل کیجیے گا۔"

"جی ارادہ تو ہے بلکہ....."

تب سے ایک دوسرے سے رخ موڑے اپنے کام سے مطلب رکھنے والے وہ دونوں اپنے پسندیدہ موضوع پر طویل گفتگو میں مگن ہو چکے تھے۔

مسلسل چل رہی باتیں اس وقت تمہیں جب انظر کا فون بجا۔ اس نے نام دیکھ کر رنگ خاموش کر دی۔

"میں اٹھا کر کہہ دوں آپ ڈرائیو کر رہے ہیں؟"

"اس کی ضرورت نہیں۔" وہ مروتاً مسکرایا۔

سدوس نے اسکرین پر جگمگا رہے 'ابا کالنگ' کو دیکھا۔ اس کی ٹکٹکی پر انظر بھی متوجہ ہوا۔

فون خاموش ہوتے ہی اس نے نگاہ ہٹائی ہی تھی کہ پھر رنگ ہونے لگی۔ اب کے انظر نے ہاتھ بڑھا کر کال کاٹ دی۔

سدوس کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ ایک اجنبی کی کال پر اس کی اس قدر حساسیت پر وہ متعجب ہوا۔

"آپ سفر میں ہیں تو وہ فکرمند ہو رہے ہوں گے۔" زیادہ دیر صبر نہیں کر سکی تو اس کی سمت چہرہ کر کے گویا ہوئی۔ اس کی شہد رنگ آنکھوں میں ہلکی سی خفگی بھی گھلی تھی۔ "آپ روک کر بات کر لیں۔"

"کیا یہ کوئی یونیورسل لاء ہے کہ ہر فادر چائلڈ کے تعلقات ایک سے ہوتے ہیں؟" سادہ لہجہ تھا لیکن سدوس کو الفاظ کی کاٹ بری طرح محسوس ہوئی۔

"نہیں ایسا کوئی لاء نہیں۔" اس نے جانچتی نظر اس پر مرکوز کرتے ہوئے کہا۔ انظر کی نظر راستے پر تھی۔ وہ پھر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

"میں واقعی اس معاملے میں متعصب ہوں۔" اس نے دل میں قبول کیا۔

کچھ وقت بعد انظر نے رفتار کم کی۔

"کافی بریک لیتے ہیں۔" اس نے کار سڑک سے دائیں طرف کچے میدان میں موڑی جہاں ڈھابہ نما ہوٹل تھا۔ یہ کسی بسورتے بچے کے منہ کا زاویہ درست کرنے کے لیے آئس کریم یا چاکلیٹ کے لالچ جیسا قدم تھا۔

کار سے باہر نکلتے ہوئے اسے اپنے شدید رویے کا ذرا سا افسوس ہوا۔

وہ ضروریات سے فارغ ہو کر آئی تبھی بیرا کافی لے کر آیا۔

مجھ سے پوچھا بھی نہیں چائے چاہیے یا کافی۔ کپ اٹھاتے ہوئے ایک اور شکایت کا اندراج ہوا۔

www.zemtime.com

"میں دو کالز ریسیو نہ کروں تو ابا سمجھ جاتے ہیں اور پھر کال نہیں کرتے۔" اس نے صفائی دی۔ یہ نہیں بتایا کہ آج تک اس نے جتنی بار ان سے فون پر بات کی تھی وہ تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی۔

"میں ابو کا فون نہ اٹھاؤں تو وہ بہت پریشان ہو جاتے ہیں حالاں کہ ایسا بہت کم ہوتا ہے اس لیے مجھے آپ کے ابا کی پریشانی کا احساس تھا اور کوئی بات نہیں پھر بھی میں نے شاید لائن کراس کی، اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔"

وہ کپ کے کنارے پر انگلی دائرے میں گھما رہی تھی۔ انظر نے زندگی میں کبھی نہ کرنے والا کام کرتے ہوئے پہلی بار اس کا مفصل جائزہ لیا۔ سفید اور آسمانی لباس میں، سیاہ بال پیچھے سمیٹ کر اونچائی میں اس طرح کیچر میں جکڑے ہوئے تھے کہ کسی آوارہ لٹ کو ادھر ادھر لہرانے کی اجازت نہیں تھی، اس کی رنگت میں گلابی نمایاں تھی، کانوں میں چھوٹے سے سلور آویزے تھے، بائیں کلائی پر سیاہ پٹے والی گھڑی تھی دوسری کلائی خالی تھی۔ ناک، جبین، آنکھ، ہونٹ، رخسار، کے لیے اسے کوئی تشبیہ یا استعارہ یاد نہیں آیا لیکن ہاں اس نے تسلیم کیا اس کا شمار حسن والوں میں ہوتا تھا۔

"میں اپنی امی کے زیادہ قریب تھا ابا اور میرے بیچ وہ بے تکلفی نہیں جو آپ اور آپ کے والد میں ہے بلکہ کچھ ایشوز ہیں۔" بالآخر اس نے کہہ دیا کہ وہ سنہری آنکھیں اسے ناراضی کے بنا زیادہ اچھی لگی تھیں۔

"قریب تھا مطلب؟" اس نے سر اٹھایا۔

"تین سال ہو گئے ہیں وہ اس دنیا میں نہیں۔"

"اوہ!" اسے افسوس ہوا۔ دونوں چپ چاپ کافی پیتے رہے۔

"آپ کو کچھ اور چاہیے؟" کاؤنٹر پر بل کی ادائیگی کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"نہیں۔" اسے سفر میں کھاتے رہنے کی عادت نہیں تھی۔ اس کے انکار پر اس نے صرف پانی کی بوتل خریدی۔

دوبارہ سفر شروع ہوا تو سدوس کے ماتھے کی شکنیں غائب ہو چکی تھیں۔

"آپ کی کتاب ختم ہو گئی ہے تو آپ 'سلیٹ' پر کچھ پڑھ لیں۔" انظر نے مشورہ دیا۔

"فی الحال مطالعے کا موڈ نہیں ہے۔"

"اچھا! مجھے لگا آپ کتاب کے بغیر بور ہو رہی ہیں اس لیے کہا۔"

"نہیں تو! موسم اتنا پیارا ہے، میں سفر انجوائے کر رہی ہوں۔" یہ سچ تھا کہ اب تک سارا راستہ کہیں بادل چھائے تھے کہیں رم جھم کے سروں میں گنگنا رہے تھے یا پھر کہیں جھوم کر برس رہے تھے۔ وہ پراشتیاق سی باہر دیکھنے لگی۔ انظر نے سر گھما کر اسے دیکھا۔

اس کا فون بجا تو اس نے مڑ کر پرس اٹھایا اور فون نکالا۔ امی کالنگ دیکھ کر اس نے وہی کیا جو انظر نے ابا کالنگ دیکھ کر کیا تھا۔ فون رکھتے ہوئے اس کی نظر بے اختیار اس کی سمت اٹھی۔ وہ اس وقت سامنے دیکھ رہا تھا لیکن چہرے پر جتاتا ہوا ہلکا سا تبسم بکھرا تھا۔

"یہ یونیورسل لاء ہے کہ دنیا میں ہر مرد چائلڈ کا تعلق ایک سا نہیں ہوتا۔"

"متفق۔" اس نے سامنے دیکھتے ہوئے ہی کہا۔

ذرا دیر بعد وہ 'سلیٹ' کے متعلق اس کے مستقبل کے منصوبوں پر بات کر رہے تھے۔ پھر سلیٹ کے علاوہ دیگر خیال اور منصوبے، ان میں سے کن پر کامیابی کا احتمال تھا، کن پر کام کرنے کی ضرورت تھی۔ بات سے بات اور خیال سے خیال کی کڑی اور تسلسل پر ذرا دیر پہلے والی اجنبیت اور کسی قدر سرد مہری کا شک کرنا بھی مشکل تھا۔

ان کی بات اس وقت ختم ہوئی جب بھوک کا احساس جاگا۔ ایک جگہ رک کر انہوں نے کھانا کھایا۔ جب فارغ ہو کر باہر نکلے تو ہلکی ہلکی بارش تھی اور جیسے ہی کھلے آسمان کے نیچے آئے اچانک بارش کا زور بڑھ گیا۔ تیز قدموں سے کچی بھیگی زمین پر سنبھل کر کار تک آتے ہوئے وہ خاصے بھیگ چکے تھے۔ دونوں نے یونہی ہاتھ سے کپڑے جھٹک لیے۔ کچھ

www.zemtime.com

دیر تین چار دن سے مسلسل چل رہی بارش اور اس سے مختلف جگہوں پر پیدا ہوئے مسائل پر بات کرتے ہوئے سدوس کو جمائیاں آنے لگیں تو انظر نے گفتگو سمیٹ لی۔ اس نے پیچھے ٹیک لگایا تو آنکھیں خود بخود بند ہونے لگیں کہ ایسے دوپہر کے کھانے کے بعد کچھ دیر سونے کی عادت تھی۔ ذرا دیر ہی ہوئی تھی کہ اسے چھینکیں شروع ہو گئیں۔

"آپ کو شاید ٹھنڈ بھی لگ رہی ہے۔" مسلسل چار پانچ چھینکوں کے بعد انظر نے اسے دیکھتے ہوئے کہا جو ہاتھ باندھ کر سمٹی سی تھی۔

شاید۔" اس نے پیچھے مڑ کر بیگ کو دیکھا اور اسی وقت اسے یاد آیا وہ اپنا سویٹر بھول گئی ہے۔"

کار روکوں؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں، میں نے سویٹر یا شال رکھی ہی نہیں۔"

"آپ یہ جیکٹ پہن لیں کافی گرم ہے۔" اس نے اس کے لونائے جیکٹ کی پیشکش کی۔ ذرا سے شش و پنج کے بعد اس نے پیچھے سے جیکٹ اٹھالی۔

وہ سو تو گئی لیکن معمول سے زیادہ دیر تک اور جب اٹھی تو عجیب بوجھل کیفیت تھی۔ جلد اسے احساس ہوا اس کا بدن درد سے ٹوٹ رہا ہے اور بخار بھی ہے۔

"کتنا وقت ہے؟" اس نے سیدھا ہوتے ہوئے پوچھا۔

"بیس تیس منٹ، آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔" آنکھوں میں اور گلابی رنگت میں سرخی در آئی تھی۔

"موسم کا اثر ہے کچھ۔" اس نے سامنے دیکھا جہاں دور تک گاڑیاں ہی گاڑیاں تھیں۔ ان کی رفتار بھی دھیمی تھی۔ اس کا دل کر رہا تھا کچھ دیر کے لیے لیٹ جائے۔ گاڑیاں رینگ رینگ کر چل رہی تھیں۔ گوگل میپ پر بھی لمبی سرخ اور کیسری لائن تھی۔

"آدھا گھنٹہ اور پھر ڈیڑھ گھنٹہ یعنی دو ڈھائی گھنٹے مزید۔" اس نے دل میں حساب لگایا اور حاصل جمع نے فکر مند کر دیا۔

"طبیعت کو بھی ابھی نخرے کرنے تھے۔"

"آپ سیٹ ریکلائن کر کے آرام کریں۔" اس نے ٹریفک کے پیش نظر اسے صلاح دی۔

"نہیں، ایسے ٹھیک ہوں۔" اسے مناسب نہیں لگا۔

سارے سفر پر یہ چالیس پچاس منٹ بھاری گزرے۔ وہ شہر کی حدود میں داخل ہوئے تو انظر نے کہا۔

"آپ گھر چلیں، دوائی لیں، کچھ دیر ریسٹ کریں پھر آگے جائیں گے۔" وہ اسے گھر تک چھوڑنے کی بات کر رہا تھا جب کہ اس کا ارادہ وہاں سے اکیلے ہی بس سے جانے کا تھا۔

اسے اس وقت بستر کی اس قدر شدید خواہش تھی کہ اس نے سر ہلا دیا۔

وہ آنکھیں موندیں کار رکنے کا انتظار کر رہی تھی۔ بریک لگتے ہی اس نے اس دعا کے ساتھ آنکھیں کھولیں کہ یا اللہ گھر آ گیا ہو۔ وہ ایک گیٹ کے سامنے تھے۔ ہارن کی آواز پر چھتری لیے جو شخص گیٹ کھولنے باہر آیا اس نے اندازہ لگایا وہ انظر کے والد ہوں گے۔ کار احاطے میں داخل ہو کر اپنی جگہ کھڑی ہوئی تب تک دو بچے اور لڑکی بھی برآمدے میں آن پہنچے تھے جو اسے دیکھ کر واپس اندر چلی گئی۔

"آپ رکیں میں چھتری لاتا ہوں۔" انظر نے اترنے سے پہلے اسے کہا۔ وہ اترا تو ایسہ ایک اور چھتری لے آئی تھی۔ انظر نے اس کی طرف کا دروازہ کھول کر چھتری کھولی اور وہ اس کے سائے میں صحن عبور کر کے برآمدے میں آئی۔ ایسہ اسے لے کر ہال میں آئی۔

"آپ لیٹ جائیں۔" اس نے تکیہ صوفے کے دستے کے قریب رکھتے ہوئے کہا۔ وہ نہ بھی کہتی تو سدوس نے یہی کرنا تھا۔ وہ پیر اوپر سمیٹ کر لیٹ گئی۔ باہر سے بچوں کی پرجوش سی آوازیں آ رہی تھیں جو ماموں سے مل کر بے انتہا خوش تھے۔ ان کے اندر آنے سے پہلے ایسہ نے اس کے اوپر چادر

www.zemtime.com

ڈال دی تھی۔
''زیادہ شور نہیں۔'' عائشہ اور عبدالرحمان نانا اور ماموں کے ساتھ اندر آئے تو انیسہ نے ٹوکا۔
''بیٹا انہیں کچھ کھانے کے ساتھ دوائی دے دو فوراً پھر انظر کو دینا۔'' عرفان احمد نے کہا۔
''جی ابا۔'' انظر نے اس کا پرس اور سفری بیگ انیسہ کو تھمایا۔
''آپ بھی فریش ہو جائیں بھائی، کافی لیں گے یا کھانا؟''
''پہلے کافی، آجاؤ بچو!'' وہ انہیں لے کر ہال سے چلا گیا۔ عرفان احمد باہر برآمدے میں چلے گئے۔''
''انہوں نے اپنے ابا کو سلام بھی نہیں کیا۔'' چادر چہرے پر لیتے ہوئے سدوس نے سوچا۔
انیسہ اسے چائے بسکٹ اور دوائی دے گئی تھی۔ اسے نیند تو نہیں آئی لیکن وہ اوڑھ لپیٹ کر لیٹی رہی تھی۔ انیسہ کے علاوہ پھر کمرے میں کوئی نہیں آیا یہاں تک کے اسے پسینہ آنے لگا اور وہ چادر ہٹا کر اٹھ بیٹھی۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا۔ کھڑی ہوئی تو کھڑکی سے باہر برآمدے میں رکھی میز اور کرسیوں میں ایک پر عرفان احمد کوئی کتاب پڑھتے نظر آئے۔ صاف ستھرا اور ترتیب سے سنوارا گیا کمرہ تھا۔ اس کی توجہ دائیں طرف والی الماری نے کھینچی۔ ایک دیوار کی پوری چوڑائی اس الماری سے چھپی تھی اور الماری کتابوں سے بھری تھی۔
''وہ کیا کہتے ہیں انگریز، سیب اپنے پیڑ سے زیادہ دور نہیں گرتا!'' اس نے مسکراتے ہوئے سوچا۔ تبھی اندر داخل ہو رہی عائشہ نے پیچھے مڑ کر پکارا۔
''مما! آنٹی جاگ گئی ہیں۔''
اس نے بچی کو سلام کرتے ہوئے جیکٹ اتار کر صوفے پر رکھی۔
''وعلیکم السلام۔'' عائشہ کو شاید سلام کے جواب کا موقع شاذ ہی ملتا تھا اس لیے اس نے گردن سیدھی کرتے ہوئے بڑی بردباری سے کہا۔
''کیسی طبیعت ہے اب؟'' انیسہ اندر آئی۔ اس میں انظر کی شباہت سے اس نے جانا وہ اس کی بہن ہے۔
''ٹھیک ہے۔ بہت شکریہ آپ کا اور پریشانی کرنے کے لیے معذرت خواہ ہوں۔''
''کسی شکریہ اور معذرت کی ضرورت نہیں۔'' باتوں کی آواز سن کر عرفان احمد بھی ہال میں آگئے۔ انہوں نے بھی انیسہ والا سوال کیا۔
''الحمد اللہ انکل بہتر ہوں اب۔'' اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ عصر کا وقت ہو گیا تھا۔ اس نے نماز پڑھ کر نکلنے کا سوچا۔
''مجھے اب نکلنا چاہیے۔''
''بیٹا پوری ریاست میں بارش ہے، کہیں کہیں تو حالات بہت خراب ہیں، اب شام ہو گئی ہے، بسیں ٹرینیں کچھ بھی وقت پر نہیں، جو چل رہی ہیں وہ بھی لیٹ ہیں، کچھ بسیں راستے میں پھنسی ہیں، بہتر ہوگا آپ صبح نکلیں۔''
''جالنہ زیادہ دور نہیں ہے انکل! ایک ڈیڑھ گھنٹے کا ہی سفر ہے۔'' اسی وقت انظر اندر آیا۔ اس کا حلیہ بدلا تھا۔ ٹی شرٹ اور پاجامے میں وہ اسے بڑا گھریلو سا لگا۔
''آنٹی جا رہی ہیں۔'' عائشہ نے ماموں کے قریب جا کر اس کا ہاتھ تھام کر اطلاع دی۔
''آگے ٹریفک جام ہے۔'' اس نے ایک بار پھر فون میں گوگل میپ کا سرخ راستہ اس کے سامنے کیا۔ جہاں ٹریفک کی رفتار کے مطابق پہنچنے کا متوقع وقت پانچ گھنٹے درج تھا جو ظاہر ہے اس سے کم ہو سکتا تھا اور اس سے زیادہ بھی۔
''آپ گھر پر بات کر لیں چاہیں تو میں آپ کے والدین سے بات کر لیتا ہوں۔'' اور اسے ایک دم یاد آیا۔ اس نے ابو کو اطلاع نہیں دی تھی کہ وہ یہاں پہنچ چکی ہے اور ٹھہری ہے۔
''میرا پرس؟'' اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ انیسہ نے صوفے کے پیچھے سے پرس اٹھا کر اسے دیا۔

www.zemtime.com

"میں ابو سے بات کرتی ہوں۔" اس نے فون نکالتے ہوئے کہا۔ عرفان احمد واپس برآمدے میں چلے گئے، انظر عائشہ کو لے کر اندر چلا گیا، ایسہ بھی چادر اٹھا کر ان کے پیچھے ہولی۔

ان کی تین مسڈ کالز دیکھ کر اسے افسوس ہوا اور خود پر غصہ آیا۔

اس کی طبیعت اور آگے کی صورت حال سننے کے بعد انہوں نے بھی اسے رکنے کا مشورہ دیا۔ انہیں بھی ٹریفک کا علم تھا۔ اس وقت گھر سے کسی کا اسے لینے آنا بھی سودمند نہیں تھا۔ انہوں نے اس سے پہلے گھر میں کون کون ہیں ضرور پوچھا تھا۔ وہ فون واپس پرس میں رکھ کر کتابوں کی الماری کی طرف بڑھ رہی تھی کہ ایسہ آئی۔

"کیا کہا انکل نے؟"

"وہ بھی رکنے کا کہہ رہے ہیں۔"

"آیئے آپ کمرے میں فریش ہو جائیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کمرے میں آکر اس نے عصر پڑھی۔ باہر جائے یا وہیں رکے، سوچ رہی تھی کہ ایسہ کھانے کی ٹرے لیے اندر آئی اس کے ساتھ عائشہ بھی تھی۔

"یہ کھانے کا وقت تو نہیں لیکن آپ کو ضرور بھوک لگی ہوگی۔" اسے واقعی بھوک لگی تھی۔

کھانے کے دوران سات سالہ عائشہ اس کا انٹرویو لیتی رہی جس میں نام سے لے کر کیا آپ انکل کی دوست ہیں اور کون سا رنگ اور کون سا کارٹون پسند ہے سب شامل تھا۔

ایسہ سے باتوں کے دوران اسے پتا چلا انظر اسے پہلے ہی فون کر کے ان کی آمد اور اس کی ناساز طبیعت کا بتا چکا تھا۔ کھانے کے بعد جب وہ عائشہ کے اصرار پر ہال میں آئی تو وہاں عبدالرحمان اور انظر پہلے سے موجود تھے قریب ہی عرفان احمد بھی تھے، اپنی کتاب کے ساتھ۔

ایسہ دوسرے شہر میں رہتی تھی۔ شہر میں سسرالی عزیز کے یہاں کسی عقیقے میں شرکت کے لیے آئی تھی۔

"انکل اکیلے رہتے ہیں؟"

"جی۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

اس نے دور بیٹھے عرفان احمد کو دیکھا جواب بھی کتاب پڑھ رہے تھے۔ بچے بار بار انہیں کسی نہ کسی بہانے سے مخاطب کر رہے تھے اور وہ جھنجھلائے بنا نرمی سے ان کی ہر بات کا جواب دے رہے تھے۔

اس میں ماموں سے پوچھو، انظر اسے سمجھاؤ، جیسے جملے بھی تھے لیکن وہ انہیں مخاطب کرتا تھا نہ کسی طرز عمل سے ان کی بات سن لینے کی رسید دے رہا تھا۔

مغرب کے بعد عائشہ نے شور مچایا کہ اب ایسہ حسب وعدہ اسے مہندی لگائے۔ ایسہ نے بتایا عائشہ مہندی کی بے انتہا شوقین ہے۔ بس شادی منگنی یا کسی بھی فنکشن کا ذکر سن لے تو پہلا کام ہاتھوں پیروں پر مہندی لگانے کا ہوتا تھا۔ اپنی لگ چکنے کے بعد وہ سدوس کے سر ہوگئی کہ آپ بھی لگائیں۔

"آنٹی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"ٹھیک تو ہے۔" اس نے سدوس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ "فیور نہیں ہے انہیں۔"

"ٹھنڈ میں مہندی نہیں لگاتے۔"

"لگاتے ہیں، دیکھیں۔" اس نے اپنی ننھی ہتھیلیاں اس کے آگے پھیلائیں۔

"ضد نہیں کرو بیٹا۔"

"آنٹی! آپ کو لگانی ہے نا؟ مما بہت اچھی لگاتی ہیں۔" اب وہ اسے لالچ دے رہی تھی۔

"عائشہ! ایسے ضد نہیں کرتے۔" ایسہ نے سختی سے کہا۔

"آنٹی پلیز۔" اس نے مسکین سی صورت بنا کر کہا اور اسے اس پر بے انتہا پیار آگیا۔

"اچھا لگا دیں، لیکن بس ایک آدھ بیل سی۔"

"آپ کو زکام نہ ہو جائے پہلے ہی موسم سرد ہے اور بخار بھی۔"

"کوئی بات نہیں ان شاء اللہ کچھ نہیں ہوگا، ہے ناں عائشہ؟"

"اچھا کلر آئے گا اور کچھ نہیں ہوگا۔" وہ کھل

www.zemtime.com

اٹھی تھی۔ اپنے مہندی والے ہاتھ سنبھالتی وہ اس کے پاس ہی بیٹھی رہی تھی۔ پھر ٹھنڈ نہ لگے اس خدشے کی تحت حفظ ماتقدم کے طور پر ایمہ نے اسے جیکٹ پہنادی جو شاید وہ اسی کا سمجھ رہی تھی۔

"آپ کے یہاں بھی انگیجمنٹ ہے ناں؟" ایمہ نے کہا۔

"جی۔"

"پھر تو آپ کو مہندی لگانا چاہیے۔ کچھ منٹ بعد خشک ہوتے ہی جھڑا لیجیے گا۔ رنگ پھر بھی خوب چڑھتا ہے۔" وہ بچی کی ضد پر شرمندہ سی تھی۔

"ویسے گھر کے فنکشن میں خالی ہاتھ ہو تو سب کو لگتا ہے خوشی نہیں۔" اس نے اپنے تئیں کام کا نکتہ اٹھایا تھا۔

ایمہ نہیں جانتی تھی اسے ان مہندی رچے ہاتھوں پر بھی فقرے سننے پڑیں گے لیکن اسے تو علم تھا پھر بھی عائشہ کے معصوم اصرار پر اس سے بچی کا دل توڑا نہ گیا۔

ابھی ایمہ کھانے کی تیاری ہی کر رہی تھی کہ اسے ہلکی ہلکی سردی لگنا شروع ہو گئی۔ وہ جو اس کی مدد کے لیے باورچی خانے میں جانے کا سوچ رہی تھی چپکی بیٹھی رہی۔ عبدالرحمان ماموں کی موجودگی میں کسی اور کو لفٹ نہیں دیتا تھا۔ وہ عائشہ سے چھوٹا تھا۔ بہت دیر سے وہ دونوں کوئی بورڈ گیم کھیل رہے تھے۔

سب کچھ میز پر رکھنے کے بعد جب ایمہ نے مڑ کر اسے آواز دی تو ٹھٹھک گئی۔ وہ جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کمٹی سی پیر اوپر کیے بیٹھی تھی۔

"آپ کو پھر ٹھنڈ لگ رہی ہے۔" وہ اس کے پاس آئی اور پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ انظر بھی اٹھ کر قریب آیا۔

"تھوڑا بھی ہے۔" وہ شرمندہ ہو گئی کیا سب کو تکلیف دے رہی تھی۔

"آپ کمرے میں چلیں اور میڈیسن لیں۔" انظر نے کہا۔ ایمہ نے اسے پکڑ کر اٹھایا۔

ایک بار پھر وہ دوا لے کر اوڑھ لپیٹ کر بستر پر تھی۔ اس بار اسے نیند آ گئی۔

☆☆☆

اس نے ہلکے سے دروازے پر دستک دی۔ کچھ دیر اجازت کا انتظار کیا جب اندر سے کوئی آواز نہیں آئی تو دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوا۔ کمرے میں ایمہ نہیں تھی۔ پلنگ پر سدوس سو رہی تھی۔ ایمہ اس کے شانے تک کمبل ڈال گئی تھی۔ وہ دروازے کی سمت کروٹ لیے تھی۔ بخار سے چہرہ سرخ تھا۔ ایک ہاتھ گال کے نیچے اور دوسرے ہاتھ کی بند مٹھی گردن کے نیچے تھی۔ جیکٹ اب بھی پہنے تھی۔ وہ پلنگ کے قریب آ کر ٹھہر گیا۔ چند گھنٹوں کا سفر تھا لیکن جو کئی برسوں میں نہ ہو سکی تھیں وہ ساری تبدیلیاں اس ذرا سے وقفے میں در آئی تھیں۔

اپنے ماں باپ کی مصاحبت کے دورانیے نے ہی محبت اور رفاقت پر اس کا اعتبار قائم نہیں ہونے دیا تھا کہ اتنا عرصہ ایک ساتھ رہنے اور دو بچوں کے اضافے کے بعد بھی ان میں نوری سالوں کے فاصلے تھے۔ ایک آنکھ میں نمی اور اداسی تو دوسرے کی اس سے بے حسی اور پہلو تہی یہ تضاد اس کے خود ساختہ اکیلے پن کی وجہ تھا۔ اس کے اندر خوف تھا اس کا انجام ماں کی طرح نہ ہو، جس کے جذبات کو پذیرائی نہیں ملی تھی، تمام عمر کی ریاضت بھی پتھر کو صنم نہ کر سکی تھی۔ اس لیے اس نے کبھی کسی حسین چہرے کو غور سے نہیں دیکھا تھا، پرکشش شخصیت کے قریب نہیں گیا تھا، دلنشین گفتگو ختم کر دیا کرتا تھا، سحر انگیز آواز سن کر کان لپیٹ لیا کرتا تھا، صنف مخالف کی ہر وہ عادت یا خوبی جو پرکشش ہوتی وہ اس سے دور بھاگتا تھا۔

سدوس سے پہلی دوسری اور تیسری ملاقات میں اسے ایسی کوئی خوبی یا عادت محسوس نہیں ہوئی تھی سو سفر کے آغاز میں اس نے کوئی حفاظتی انتظام نہیں کیا تھا مگر اب۔ سفر کے اختتام پر اس کا دل ہمک رہا تھا۔ کشش صورت میں تھی یا سیرت میں تھی، وہ کسی ایک بات یا چیز پر انگلی نہیں رکھ سکتا تھا کہ ہاں یہ اسے

www.zemtime.com

کھینچ رہی ہے بلکہ اس کے لیے اس وقت سدوس سراپا کشش تھی۔ محبت کی رمز اب بھی اسے سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ لمحوں میں وارد ہو کر اپنا آپ منوانے والی یا برسوں تک حسرت بن کر آنکھوں میں ٹھہر جانے والی یا انتظار کرتے کرتے قبر میں پہنچ جانے والی۔ محبت کے احساس سے اسے ماں کے قرب کا احساس ہو رہا تھا۔ اس نے انہیں ساری عمر محبت کرتے دیکھا تھا۔ دوسرا احساس جو اس کے اندر تڑپ کے جاگا تھا وہ اسی شدت کی پذیرائی کا تھا جو اس کے اندر تھی۔

سدوس نے مٹھی والا ہاتھ اٹھا کر کان پر رکھا۔ وہ سرد ہواؤں سے کان بچانا چاہ رہی تھی۔ انظر نے جھک کر کمبل اس کی تھوڑی تک کھینچ کر کان بھی ڈھانک دیا۔ اس نے ذرا سی آنکھ کھولی اور ہاتھ کمبل کے اندر کیا۔

"اس میں بھی سگریٹ کی اسمیل ہے۔" اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ وہ مسکرا دیا۔ اسے یاد نہیں تھا کہ وہ جیکٹ پہنے ہوئے ہے۔ بھائی کو یوں ایک لڑکی کو نہارتے دیکھ دروازے میں رکی ہیسہ اندر آئی۔

"میں نے ٹیبلیٹ دی تھی شاید اس لیے نیند آگئی ہے۔"

"کچھ کھایا یا صرف میڈیسن لی؟" وہ پیچھے ہوا۔

"چائے پی تھی۔ میں کھانے کے لیے ہی بلانے آئی تھی مگر انہیں ابھی سونے دیں آپ کھالیں۔"

"ہمم۔" وہ اس کے ساتھ باہر آگیا۔ جہاں عبدالرحمان اور عائشہ اپنے نانا کے ساتھ اس کا انتظار کر رہے تھے۔

وہ عادتاً باپ کو نظر انداز کیے بچوں کے ساتھ مگن ہو گیا۔ وہ بھی کچھ کہے بنا مسکراتے ہوئے ہمیشہ کی طرح اس کی پلیٹ کا خیال رکھ رہے تھے۔

کھانے کے بعد عائشہ اور عبدالرحمان اس کے ساتھ دنیا جہان کی باتیں کرتے کرتے سو گئے تو وہ باری باری دونوں کو کمرے میں لے گیا۔

"آپ سونے جا رہے ہیں؟" ہیسہ نے پوچھا۔

"نیند تو آ رہی ہے، کوئی کام؟"

"کام ہے اسی لیے تو بلایا ہے، مگر آپ سو جائیں۔ صبح بات کریں گے۔"

اسے اندازہ تھا ہیسہ کے 'کام' کا اس لیے اصرار نہیں کیا۔

"گڈ نائٹ۔" دروازے تک پہنچ کے وہ رکا۔

"سدوس جاگی نہیں؟"

"نہیں، وہ بہت گہری نیند میں ہے ابھی دیکھ کے آئی ہوں۔"

"اچھا، سو جاؤ تم بھی۔"

"جی۔"

پچھلے کتنے ہی چکروں میں وہ اپنے کمرے کے بجائے رونق کے کمرے میں سویا تھا۔ آج وہاں سدوس تھی اس لیے اسے اپنے کمرے میں آنا پڑا۔ تھک گیا تھا سو لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی۔ وہ گہری نیند سونے والوں میں سے تھا۔ بقول وہ خود وہ 'کوالٹی سلیپ' سوتا تھا۔ رات کے آخری پہر آنکھ کھلی تو پھر نیند نہیں آئی۔ باہر ہلکی رم جھم اب بھی جاری تھی۔ گھڑی میں وقت دیکھ کر وہ سگریٹ اور لائٹر لیے باہر چلا آیا۔ کچھ دیر میں فجر کی اذانیں ہونا تھیں۔ سگریٹ جلانے کے بعد لائٹر میز پر رکھتے ہوئے وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ برآمدے کی ترچھی چھت سے گرتا پانی خاموشی کو قتل کر رہا تھا۔ گرتے پانی کی دھار کو دیکھتے ہوئے نظر دائیں طرف گئی جہاں برآمدے کی چھوٹی سی دیوار پر بیٹھی سدوس اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"کب سے بیٹھی ہیں یہاں؟" وہ اچانک لگے حیرت کے جھٹکے سے فوراً سنبھل گیا۔

"شاید دس منٹ۔"

"کیسا فیل کر رہی ہیں اب؟"

"کافی بہتر۔" بے ترتیب بال اور ابھی ابھی

www.zemtime.com

نیند کو وداع کیے چہرے کے ساتھ وہ اس وقت جیکٹ سے آزاد تھی۔ اس نے آسمانی دوپٹا اپنے گرد لپیٹ رکھا تھا۔ انظر اپنی جگہ سے اٹھا اور دیوار کے قریب جا کر جلتی سگریٹ بھینکے صحن میں اچھال دی۔

"ارے..... کیوں؟"

"آپ کو شاید پسند نہیں۔" وہ وہیں ستون سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

"پسند ناپسند کی تو کوئی بات نہیں لیکن ہاں یہ کوئی اچھی عادت تو نہیں۔" چند گھنٹوں پہلے نیند کے خمار میں کہی اپنی بات اسے یاد نہیں تھی۔

"میں عادی اسموکر نہیں، بس جب بھی یہاں آنا ہو یا یہاں پہنچ جاؤں تو تھوڑا اشغل ہو جاتا ہے۔"

"کوئی اسموکر قبول نہیں کرتا کہ وہ ایڈیکٹ ہے۔" وہ دھیرے سے ہنس دیا۔

"میں ایڈیکٹ نہیں پھر بھی شغل تو ایڈمٹ کر لیا ہے....." اسے ایک دم یاد آیا۔

"آپ نے کھانا نہیں کھایا تھا، بھوک لگی ہوگی۔"

"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "لیکن چائے کی طلب ہے۔"

"آپ بیٹھیں، ابھی حاضر کرتا ہوں۔" اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا اور اندر چلا گیا۔

وہ آگے آ کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ کچھ ہی وقت بعد وہ گھر پہنچانے والی بس میں سوار ہونے والی تھی اور دانستہ کوشش کر رہی تھی ابھی سے اس بارے میں نہ سوچے۔ ذہن بٹانے کے لیے اس نے چاروں سمت تفصیلی نظر ڈالی۔ پرانی طرز کا مکان تھا لیکن صحیح دیکھ بھال اور مناسب رنگ و روغن کی وجہ سے پرانا نہیں لگتا تھا۔ صحن میں طویل قامت اور گھنے پیڑ تھے۔ وہ انہیں پہچاننے کی کوشش کرنے لگی۔ جامن کا پیڑ اسے سمجھ میں نہیں آیا، لیموں کے پیڑ بھی پہچان نہ سکی۔ ان کے علاوہ وہ انار اور نیم کا درخت کی شناخت کر سکی تھی۔

"انظر عرفان کو ٹی وی پر دیکھ کر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس کا گھر ایسا ہوگا۔" اس نے سوچا۔ "ویسے یہ ان کے ابا کا گھر ہے۔ وہ تو شاید اپنی پرسنالٹی کی طرح ہی عالی شان فلیٹ میں رہتے ہوں گے۔ عالی شان پرسنالٹی۔؟" اپنے خیال پر اس نے خود سے سوال کیا۔

ہے تو 'سالٹ اینڈ پیپر پرسنالٹی'!" اپنی ایجاد کردہ نئی اصلاح پر وہ مسکرانے لگی۔"

"لیکن اپنے والد سے ان کا رویہ کچھ زیادہ ہی سرد ہے۔" حالاں کہ وہ بتا چکا تھا کہ وہ ماں سے زیادہ قریب تھا، باپ کے ساتھ کچھ 'ایشوز' ہیں پھر بھی ذرا سے وقت میں ہی اسے ان دونوں کے درمیان کا تکلف بہت محسوس ہوا تھا۔

"کیا میرا اور امی کا تعلق بھی دیکھنے والوں کو ایسا ہی لگتا ہوگا؟" نا چاہتے ہوئے بھی سوچ کا دھارا اس سمت بہہ نکلا۔

"حالاں کہ میں نے تو آج سے پہلے کسی کے سامنے ایشوز کا اعتراف بھی نہیں کیا ہے۔" اس کا دل عادتاً ماں کے خیال سے اداس ہونے لگا۔ وہ کھڑی ہو گئی۔ صحن میں اترنے کے ارادے سے دائیں طرف بنے پانچ زینوں کی طرف بڑھی پھر یاد آیا کہ ابھی ابھی بخار اترا ہے تو پہلے زینے پر ہی بیٹھ گئی۔ کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا۔ چار بج کر پانچ منٹ ہو رہے تھے۔ تبھی قدموں کی چاپ پر اس نے مڑ کر دیکھا۔ انظر دو مگ لیے ادھر آ رہا تھا۔

"میں کافی ایکسپرٹ ہوں، چائے بنانی نہیں آتی پھر بھی کوشش کی ہے۔" ایک مگ اسے تھماتے ہوئے وہ بھی زینے کے دوسرے سرے پر بیٹھ گیا۔

"ایمان داری سے بتائیے گا کتنی بری بنی ہے۔"

"تھینک یو۔" اس نے مسکرا کر مگ تھاما پھر اس کے مگ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ چائے نہیں پیتے؟" تب سے وہ کافی پی رہا تھا اور اسے بھی پلائی تھی۔

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "میرا پہلا اور آخری

www.zemtime.com

پیار کافی ہے۔"

سدوس نے چائے کا پہلا گھونٹ لیا اور حلق سے نیچے اتارنے سے پہلے بے بسی سے انظر کو دیکھا۔

"اتنی بری ہے؟" وہ نتیجے کے لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

اس نے اقرار میں سر ہلایا اور جیسے تیسے وہ مائع اندر دھکیلا۔

"آپ کو اس وقت کیفین کی طلب ہے۔" انظر نے اس کے ہاتھ سے مگ لے لیا۔ "آپ وہ اس سے پوری کر لیں۔" اور اپنا کافی بھرا مگ اس کے آگے کیا۔

"نہیں آپ....."

"میں نے بس آپ کا ساتھ دینے کے لیے بنائی تھی۔" اس نے جھوٹ کہا۔ سدوس نے مگ لے لیا۔

انظر نے چائے کا مگ زینے سے لگی کیاری میں انڈیل دیا۔

"امید ہے چائے ان کا پہلا پیار نہیں ہوگی۔" وہ مگ میں کافی کو دیکھتے ہوئے ہنس دی۔ انظر نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"آپ واقعی ایکسپرٹ ہیں۔" پہلے گھونٹ کے بعد اس نے مان لیا۔

"اسی لیے تو پورے اعتماد سے آپ کو تھما دی، یہ اکیلے رہنے کا فائدہ ہے کہ بندہ کم از کم اپنی پسندیدہ چیز اچھی بنانے لگتا ہے۔"

"اور کیا اچھا بناتے ہیں؟"

"کافی، کافی اور کافی۔"

"مجھے لگا تھا آپ تیسری چیز سگریٹ کہیں گے۔"

"یقین کر لیں پلیز میں عادی اسموکر نہیں ہوں۔" اس نے مشکوک سا تبسم چہرے پر سجا لیا۔

"ویسے ڈرگ اور نشے کے عادی لوگ خود اپنا سگریٹ رول کرتے ہیں۔"

"اور میں اسے آپ کی جرنل نالج ہی مان رہی ہوں۔" وہ ہنس دیا۔

چند پل خاموشی باری باری ان دونوں کے چہروں تکتی رہی۔ بالآخر اس کی نظروں سے گھبرا کر سدوس گویا ہوئی۔

"پتا نہیں مجھے کہنا چاہیے یا نہیں۔۔" وہ رک گئی۔ انظر اسے دیکھنے لگا تو اور جز بز ہوئی مگر انظر نے 'ہاں کہیں' جیسا کچھ کہہ کر حوصلہ نہیں دیا بلکہ یونہی نظر جمائے رہا۔

"مجھے آپ کا انکل کے ساتھ سرد رویہ بہت محسوس ہوا۔"

"آپ کو ٹھیک ہی محسوس ہوا۔" سدوس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور جانے کیوں اور کیسے اس کی نگاہوں میں شکایت تھی، انظر کا دل اسی پل اس شکایت پر مغموم بھی ہوا تھا۔

انظر نے نگاہوں کا زاویہ نہیں بدلا تو وہ دوبارہ مگ کو دیکھنے لگی۔

"ہمارے درمیان گرم جوشی یا بے تکلفی نہیں ہے اور یہ بات دیکھنے والوں کو محسوس ہوتی ہے۔"

"آپ کی بات کا 'ہم دونوں کے درمیان' والا حصہ غلط ہے۔"

"وہ کیسے؟"

"تکلف اور سرد مہری صرف آپ کی جانب سے ہے۔" وہ صرف اپنے ابو کے لیے نہیں بلکہ دنیا کے سارے اباؤں کے لیے حساس تھی۔ انظر نے فوراً کچھ نہیں کہا۔

"انکل خاموشی سے آپ کا خیال رکھتے ہیں، ان کے چہرے، ان کی آنکھوں اور ہر انداز سے آپ کے لیے محبت اور فکر جھلکتی ہے۔"

"درمیان کا کوئی ایک منظر مس لیڈنگ ہو سکتا ہے اس لیے اس کی بنیاد پر پوری کہانی اخذ کرنے کی کوشش خام ہے۔"

"میں کہانی نہیں اخذ کر رہی، صرف اتنا کہہ رہی ہوں آپ کے جو بھی ایشوز ہوں انکل کی محبت

www.zemtime.com

سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ میرے بھی امی کے ساتھ کئی ایشوز ہیں اور سب کا مین ریزن ان کا ابو کے ساتھ رویہ ہے لیکن میں نے ان کی محبت پر کبھی شک نہیں کیا۔ مجھے ان سے شکایتیں ہیں، ان کے فیصلوں پر اعتراض تھے، ہیں، رہیں گے بھی، مجھے ان پر غصہ بھی بہت آتا ہے، میں یہ بھی اعتراف کرتی ہوں کہ مجھے ان کے مقابلے میں ابو سے زیادہ محبت ہے، مجھے ابو کی زیادہ یاد آتی ہے، میں ان کے لیے زیادہ فکر مند رہتی ہوں، میں انہیں زیادہ رعایتیں دیتی ہوں اور بھی بہت کچھ لیکن ان سب کے باوجود میں جانتی مانتی ہوں امی کو مجھ سے محبت ہے، آپ یہ قبول کرتے ہیں؟"

"نہیں۔" وہ نیچے زینے کو دیکھ رہا تھا۔ "میں یہ مانتا اور جانتا ہوں کہ میرے ابا کو محبت کرنا ہی نہیں آتا۔" پیچھے ہال کے دروازے کے قریب کھڑے عرفان احمد واپس پلٹ گئے۔ اپنے کمرے کی کھڑکی سے باپ کو دیکھ رہی ایمہ ان کے جھکے کندھے دیکھ کر آنسو روک نہیں سکی۔

اس کا لہجہ اتنا پر یقین اور آواز اتنی راسخ تھی کہ وہ اس کی رسمی تردید بھی نہ کر سکی۔

"میں نے اپنی ماں کی اداس آنکھیں اور بے رنگ زندگی دیکھی ہے۔ ابا کا مزاج تب بھی ایسا ہی تھا دیکھنے والوں کو لگتا تھا وہ نہایت کیرنگ اور نرم مزاج ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ وہ دل کو محبت سے خالی رکھ کر زندگی کو اس اچھے برتاؤ سے بھرنے کی کوشش کرتے تھے اور میں اس بات کا گواہ ہوں کہ ساری اچھائیاں، نرمی، فکر کوئی خوشی نہیں دیتی اگر ان میں محبت شامل نہ ہو۔ فرائض کی تکمیل جسمانی آسودگی دیتی ہے یا روزمرہ کی روٹین آرام دہ کر دیتی ہے لیکن دل..... انسان کی روح..... اگر یہ تشنہ اور ترستے رہیں تو انسان سانس لیتا ہے جیتا نہیں ہے اور میں نے امی کو جیتے نہیں دیکھا۔" وہ اب بھی سر جھکائے زینے کو دیکھ رہا تھا۔

سدوس اسے دیکھ اور سن رہی تھی۔ ماں سے اس کی قربت اور محبت ان کی تنہائی اور درد سے جڑی تھی۔

"انکل کے پاس کوئی وجہ ہوگی، ہو سکتا ہے انہیں کسی سے محبت رہی ہو اور وہ اسے بھلا نہ پائے ہوں یا کوئی حادثہ انہیں محبت یا عورت سے ہی متنفر کر گیا ہو، اور بھی کوئی ریزن ہو سکتا ہے....."

"جو بھی ہو ایک وفادار، نیک بیوی جس کے ساتھ آپ نے گھر بسایا، فیملی بنائی اسے ہر عمر بھر اپنے لیے اجنبی رکھنا، اس سے ایسا فاصلہ اور رویہ رکھنا کہ آٹھ دس سال کا بچہ بھی اسے غیر فطری محسوس کرے، اس بچے اور ماں کے ساتھ ظلم ہے۔" اور اس وقت سدوس نے جانا وہ اپنے باپ کو وہی سلوک لوٹا رہا تھا جو اس کی ماں سے روا رکھا گیا تھا۔ وہ اسے دیکھتی چپ ہی رہی تو انظر نے سر اٹھایا۔

"میں زیادہ ہی سینٹی مینٹل ہو گیا۔" وہ ہلکے سے مسکرایا۔

"آں..... نہیں تو۔" وہ اپنے خیال سے باہر آئی اور خالی مگ ایک طرف فرش پر رکھا۔ انظر نے اس کے پر سوچ اور سنجیدہ چہرے کو بغور دیکھا۔ اس کی بھوری آنکھوں میں الجھن کے ساتھ کچھ اور بھی تھا جسے محسوس کرتے ہی انظر نے خوش فہمی کو دل میں بڑا سا پلاٹ الاٹ کر دیا۔ ضمیر نے آنکھیں بھی دکھائی کہ وہ اس کی پریشانی کو اپنی خوشی کا سامان کر رہا ہے لیکن کچھ جذبے ساری زندگی 'ٹین ایجر' ہی رہتے ہیں۔

"محبت اتنی پیچیدہ اور دو لوگوں کے لیے اتنی مختلف بھی ہوتی ہے۔"

"یہ سوال ہے، اتنی دیر ہوئی گفتگو کا خلاصہ یا میرے والدین کی کہانی سے حاصل شدہ نتیجہ؟"

پتا نہیں کیا ہے۔" اس نے گہری سانس لی۔ اچانک کچھ یاد آنے پر پوری اس کی سمت گھوم گئی۔

آپ کے اب تک شادی نہ کرنے کی وجہ یہ ہی ہے؟ انظر نے لب بھینچ لیے۔

"یہ تو غلط ہے۔" اس کے لہجے میں ہلکی سی

www.zemtime.com

ناراضی واقعی تھی یا یہ ابھی ابھی الاٹ ہوئے پلاٹ کی کارستانی۔

"اب تک..... مستقبل کا تو کسی کو علم نہیں ہوتا ہے۔"

"جلدی کریں عمر نکلی جارہی ہے۔" اس نے ماحول بدلنے کے لیے لہجے کو ذرا شوخ کیا۔

"ہمم۔" اس نے بھی تائید کی۔

"اچھا ہوا آپ کو فیور ہوگیا تھا۔" چند پل بعد انظر نے کہا۔

"اچھا کیسے؟"

"ورنہ آپ مابدولت کی کافی سے محروم رہ جاتیں۔" وہ بے ساختہ ہنس دی۔

"ویسے آپ کی وجہ سے ہی مجھے بخار آیا تھا۔"

"ارے! میری وجہ سے کیسے؟ میں نے تو حفاظت کے لیے آپ کو اس وقت جیکٹ دی تھا جب ہم بالکل اجنبی تھے۔"

"اور آپ نے ہی ڈائنگ ہال میں چھینک چھینک کر مجھے انفیکٹ بھی کیا تھا۔"

"یہ سائنٹفکلی غلط ہے، وائرل انفیکشن کا انکوبیشن پیریڈ ہی دو سے پانچ دن ہوتا ہے۔"

"یعنی میں کچھ دن کے بعد پھر بیمار پڑوں گی.....؟"

"یعنی آپ کو یقین ہے میں نے آپ کو انفیکٹ کیا ہی ہے؟" اس نے جرح کے انداز میں پوچھا۔

"لگتا تو یہ ہی ہے۔" وہ چھیڑنے کے لیے مسکرائی۔

اچانک تیز بارش شروع ہوگئی۔ پانی زینوں پر بھی آنے لگا۔ وہ دونوں تیزی سے کھڑے ہو کر سائبان کے اندر آئے۔

"اب فیور آیا تو الزام اس بارش کے سر ہوگا۔" انظر نے کہا۔ بارش کے ساتھ ہوا بھی تیز ہوگئی تھی۔

"نہیں، یہ الزام آپ کے ہی سر رہے گا۔" وہ مگ اٹھانے کے ارادے سے پھر زینے کے قریب جانے لگی تھی کہ اس کا ارادہ بھانپتے ہی انظر نے ہاتھ کے اشارے سے روکا اور خود آگے بڑھ کر دونوں مگ اٹھا لیے۔

"ریسٹ کریں صبح پھر آپ نے سفر کرنا ہے۔""

"جی۔"

وہ اسی کمرے میں چلی آئی جہاں سوئی تھی اور انظر مگ رکھنے باورچی خانے میں چلا گیا۔

☆☆☆

صبح سات بجے وہ جانے کو تیار تھی۔ عرفان احمد نے انظر سے کہا کہ اسے گھر تک چھوڑ آئے اور وہ پہلی بار باپ کا حکم بجالانے دل و جان سے تیار تھا مگر سدوس نے انکار کر دیا۔ ڈیڑھ گھنٹے میں بس سیدھا اس کے شہر پہنچانے والی تھی۔ وہ بیگ لے کر باہر ہال میں آئی تھی کہ اسے چھینک آئی۔

"آپ نے دوائی لی؟" عرفان احمد نے پوچھا۔

"نہیں۔" وہ منمنائی۔

"لے لیں کہیں پھر بخار نہ آجائے اور جیکٹ بھی پہنیں، ایسے لے آؤ بیٹا۔" انہوں نے بیٹی کو دیکھا اور وہ اندر سے کروسین کے ساتھ انظر کا جیکٹ بھی لے آئی۔ وہ جیکٹ کو اسی کی ملکیت سمجھ رہے تھے۔

عرفان احمد نے جب اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر 'سدا خوش رہیں، خیریت سے گھر پہنچیں' تو اس نے دل سے دعا کی کہ باپ بیٹے کے بیچ کی دیوار ڈھے جائے اور وہ اس خوب صورت رشتے کو پوری جزئیات کے ساتھ گلے لگائیں، نبھائیں۔

راستے میں انظر نے واپسی کا پوچھا۔ وہ اسی شام یا اگلے دن صبح نکلنے والا تھا اور اسے مزید باپ کے گھر روکنے کے لیے سدوس نے کہا۔

"منگنی کل ہے اور فوراً تو نکل نہیں سکتی، پرسوں یا اس کے ایک دن بعد، آپ بھی تب تک رکیں تو ساتھ چلتے ہیں۔" پیشکش تو بڑی دل لبھانے والی تھی مگر پرائی چیزیں، جذبے اور عادتیں زیادہ پختہ گہری اور پراثر ہوتی ہیں۔

www.zemtime.com

"خیال تو بہت اچھا ہے لیکن میں اتنا وقت نہیں رک سکتا۔" اس کی نگاہیں سامنے سڑک پر تھیں اور سدوس کا دل اداس ہو گیا۔ جب وہ سامنے دیکھنے لگی تو انظر نے اس کی طرف نظر کی۔

"سوری سدوس!" اس نے دل میں اس سے معذرت کی تھی۔

کار سے اترنے سے پہلے وہ۔ جیکٹ اتارنے لگی تو انظر نے کہا۔

"لے جائیں، بارش نہیں لیکن خنکی تو اب بھی ہے۔"

"نہیں شکریہ، اب تو دھوپ نکل آئی ہے۔ انکل اور امیہ اسے میرا ہی سمجھ رہے تھے اس لیے انکار نہیں کیا تھا۔" وہ بیگ اور پرس لیے نیچے اتر گئی تھی۔

☆☆☆

گھر میں سب ہی اسے دیکھ کر خوش ہوئے تھے۔ جیسی اسے امید تھی گھر مہمانوں سے بھرا تھا۔ خالہ اور ننھیال کے علاوہ دونوں چاچا اور دادا بھی موجود تھے۔ پھوپھو شام تک کسی بھی وقت آنے والی تھیں۔

اچھا کیا آ گئیں۔" خالہ نے تنہائی ملتے ہی کہا۔

"بہت مشکل سے آئی ہوں خالہ۔ ٹرینیں بند ہیں آپ کو پتا تو ہو گا۔"

"ارے کیا مشکل...... علیزہ نے بتایا تھا تم مونس کے دوست کی گاڑی میں آ رہی ہو۔ وہ تو میں نے منع کیا آپا کو کہ یہاں یہ تفصیل کسی کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ دانت پیس کر رہ گئی۔

ابو گھر کے مرد مہمانوں کے ساتھ میزبانی کے فرائض انجام دینے میں مشغول تھے، اس لیے اسے باقی سب کے درمیان بیٹھ کر باتیں نا صرف سننا پڑ رہی تھیں بلکہ باتیں کرنا بھی پڑ رہی تھیں ورنہ وہ دونوں باپ بیٹی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا کر بیٹھتے تھے۔ شیراز کی بیوی سومعہ امید سے تھی اور اسے کتنی ہی نظریں اس کی کمی جتاتی یا اس کے چہرے پر حسرت تلاش کرتی محسوس ہوئیں۔

ان کے خاندان میں کم عمری میں شادی کا رجحان تھا اس کی عمر کی لڑکیوں کے اچھے خاصے بڑے بچے تھے۔ ایسے میں اس کا توجہ کا مرکز بن جانا فطری تھا۔ رشتے داروں سے ملتے عرشی کی تیاریاں دیکھتے اور کچھ گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے وہ دن تو گزر گیا۔ موسم کے پیش نظر اگلے دن رسم ہال میں رکھی گئی تھی۔

☆☆☆

وہ لباس تبدیل کرنے اور بال بنانے کے بعد آئینے کے سامنے کھڑی تھی کہ فون پر روشنی کے ساتھ نام جگمگایا اور اس نے پہلی رنگ پر ہی فون ریسیور کر لیا تھا اور اب ہینڈسیٹ کان تک لے جاتے ہوئے کئی بار پچھتا چکی تھی کہ ایسی بے صبری کا مظاہرہ کیوں کیا۔

"السلام علیکم۔" دوسری طرف کوئی شناسا ہوتو وہ ہمیشہ سلام کرتی تھی۔ اُدھر وہ اپنی بے اختیاری اور جلد بازی پر تذبذب کا شکار تھا۔ جواب دے کر جب اس نے مزید کچھ نہ کہا تو ان چند لمحوں میں سدوس کا دل ڈوبتا ابھرتا رہا۔

"سب ٹھیک ہے؟" اس نے پوچھا مگر لہجہ اللہ کرے سب خیرت ہو اس دعا سا تھا۔

"سدوس!" اس نے بالآخر کہا۔"

"جی۔"

"ہم ابھی مل سکتے ہیں؟"

"کہاں؟"

"جہاں آسانی ہو۔" رسم تو شام میں تھی مگر اس وقت گھر مہمانوں سے بھرا تھا ایسے میں گھر سے باہر جانا جوکھم بھرا کام تھا۔

"اگر ممکن نہیں تو کوئی بات......" اس کی سوچتی چپ محسوس کر کے وہ کہنے لگا تھا۔

"نہیں۔" اس نے بات مکمل نہیں ہونے دی۔ "ہائی وے پر جو بریک پوائنٹ ہے وہاں کتنی دیر میں پہنچ سکتے ہیں آپ؟" اس نے ان دونوں کے

www.zemtime.com

شہروں کے درمیانی مقام کا نام لیا۔
"بیس پچیس منٹ۔"
"اوکے وہیں ملتے ہیں۔"
"سدوس اگر۔"
"آپ لیٹ کر رہے ہیں۔"
"اوکے۔" اس نے فون رکھ دیا۔
وہ اب کمرے میں ہاتھ ملتے ہوئے باہر جانے کا بہانہ سوچ رہی تھی۔ اسے صرف ابو سے کہنا تھا کہ وہ ہی زیادہ سوال جواب کیے بنا اسے جانے دیتے اور پیچھے سب کو بھی سنبھال لیں گے، وہ جانتی تھی لیکن ان سے کہنے کے لیے بھی کوئی معقول بہانہ ضروری تھا۔ ادھر ادھر ٹہلتے ہوئے اس کی نظر پرس سے باہر نکل رہی کی چین پر پڑی اور اسے بہانہ سوجھ گیا۔ اس نے پرس اور فون اٹھایا اور باہر نکل گئی۔
شیراز سے پوچھ کر وہ ابو کے پاس آئی۔
"ابو!" اس نے آواز دے کر انہیں قریب آنے کا اشارہ کیا۔
"کیا بات ہے بیٹا؟"
"ابو! میں بہت اہم چابی غلطی سے اپنے ساتھ لے آئی ہوں، اس کی ضرورت ہے ریزورٹ میں۔ یہاں سے کسی جانے والے کے ساتھ مجھے یہ چابی واپس بھیجنے کو کہا ہے، وہ بندہ ابھی ہائی وے والے بریک پوائنٹ پر انتظار کر رہا ہے، میں فوراً دے کر واپس آتی ہوں۔"
بیٹا کوئی اور دے آئے گا، میں شیراز....."
"نہیں! ابو شیراز کو ڈھیروں کام ہیں یہاں اور کسی اور سے کہا تو خوامخواہ سب کو علم ہوگا اور پھر....." اس نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی۔
"میں دے آتا ہوں۔"
"نہیں ابو! سب آپ کی غیر موجودگی محسوس کریں گے، آپ کا رہنا لازمی ہے۔"
"اچھا کسی کے ساتھ۔"
"رکشا سے جاتی ہوں اسی سے آجاؤں گی واپس۔ کسی کو علم نہ ہو یہی اچھا ہے۔"
"اچھا ٹھیک ہے۔ سنبھل کے جاؤ اور سنبھل کے آؤ۔"
"جی ابو۔"
بھرے پورے گھر سے چپکے سے کھسکنا آسان نہیں تھا مگر کسی طرح وہ باہر نکل گئی۔ کسی نے دیکھا بھی ہو تو اسے پروا کہاں تھی۔ ابو نے کہہ دیا تھا اس کے لیے کافی تھا۔
وہ پہلے پہنچ گئی تھی اور بے چینی سے آنے والے راستے پر نظر جمائے کھڑی تھی کہ اچانک جھوٹ کہہ کر وہاں پہنچنے پر کہیں سے 'کیوں' کی سرگوشی ابھری اور وہ تھم گئی کہ جواب میں اس کے اندر بڑی معنی خیز خاموشی پھیلی تھی۔
کچھ دیر بعد قریب سے ابھرے ہارن پر وہ چونکی۔ سامنے انظر کی سفید بی ایم ڈبلیو کھڑی تھی۔ وہ ڈرائیونگ سیٹ پر ہی تھا۔ آگے بڑھ کر دروازہ کھول کر وہ اس کے بازو والی نشست پر بیٹھ گئی۔ وہ سلام کرنے جا رہی تھی کہ اس کا چہرہ دیکھ کر الفاظ بھول گئی۔
"کیا ہوا انظر؟" اس کی آواز میں تشویش ہی نہیں کوئی انجانا سا خوف بھی تھا۔
"پہلے کار کسی مناسب جگہ پارک کر لوں۔" اس نے کار سڑک پر لے جاتے ہوئے کہا۔ کچھ منٹ بعد سڑک سے نیچے اتار کر ایک کھلی جگہ اس نے کار روک دی۔
"اب کچھ کہیں بھی، مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔" وہ دونوں ہاتھوں سے اسٹیرنگ وہیل تھامے بیٹھا رہا تو اس نے کہا۔
"مجھے انیسہ نے بہت اصرار کر کے بلایا تھا کہ ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور اسے بھی مجھ سے کچھ ضروری کام ہے۔ اس کی جذباتی بلیک میلنگ کے آگے میں ہمیشہ ہار جاتا ہوں۔ مجھے یہی لگا تھا ہر بار کی طرح مجھے بلانے کے لیے ابا نے انیسہ کو استعمال کیا ہے لیکن اس دفعہ انیسہ نے مجھے عمر بھر کا پچھتاوا دینے اور اپنی زندگی کے جھوٹ سے روبرو کرانے

www.zemtime.com

بلایا تھا۔"

اسے کوئی سرا نہیں مل رہا تھا لیکن وہ تحمل سے سن رہی تھی۔ انظر اب بھی سامنے دیکھ رہا تھا۔

"سدوس! ہمارے والدین یا والدین میں ہمارا فیورٹ اس رتبے کے علاوہ ایک فرد بھی ہوتا ہے، خامیوں، کمیوں، برائیوں سے بھرا، منفی جذبات اور احساسات سے لڑتا، ہارتا انسان جو ہم دیکھنا نہیں چاہتے۔ ہم اسے اتنی اونچی مسند کا وارث بنا دیتے ہیں کہ ہماری اپنی ہی نظر وہاں تک پہنچ نہیں پاتی۔ تم نے اس دن سچ کہا تھا انہیں کسی سے محبت ہوگی اور وہ اسے بھلا نہیں پائے ہوں مگر یہ آدھا سچ تھا۔" اس نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا۔

"ایسی محبت امی کو تھی۔" ساری عمر جس بت کو پوجا تھا اسی بت کی کرچیاں اس وقت انظر کی آنکھوں کو لہو رنگ کیے تھیں۔ اس نے اسٹیرنگ وہیل چھوڑ کر نشست سے پیٹھ ٹکائی اور کچھ پل کے توقف کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔

"ابا! نانا جان کے بھتیجے تھے یتیم بھی اور ان کے چہیتے بھی۔ امی اپنے کالج میں کسی کو پسند کرتی تھیں۔ ان کی خواہش پر نانا جان اس سے ملے اور اسے ریجکٹ کر کے ابا سے ان کی شادی کر دی۔ نانا جان نے بیٹی کی خوشیوں کا وعدہ لیا اور ابا نانا جان کے اتنے احسان مند اور قرض دار تھے کہ کوئی سوچ نہیں سکتا انہوں نے وہ کر دکھایا۔ ابا انہیں پسند کرتے تھے وہ اس سے واقف تھیں۔ شادی ہوگئی، امی اسے بھولیں نہیں نہ ابا کو قبول کیا بلکہ ابا کو ان کی محبت کا واسطہ دے کر ان کی اس محبت کو سمجھنے کو کہا۔ میں جس تنہائی اور اداسی کی وجہ ابا کو سمجھتا رہا وہ امی کا اپنا انتخاب تھی۔ ابا نے امی سے محبت کی اور پھر عمر بھر ان کی جائز ناجائز ہر خواہش کا احترام کیا۔" اس نے آگے جھک کر گلو باکس کھول کر بوسیدہ سی ڈائری نکالی۔

"اس میں درج الفاظ پڑھ کر....." اس نے ڈائری سامنے کی۔

"میں بہت شرمندہ ہوں..... میری کہانی کلیئر تھی۔ ابا نے امی کو محبت نہیں دی، امی ترستی رہیں لیکن۔ کہانی اتنی سیدھی نہیں۔ وہ دونوں اپنی جگہ، اپنے طریقے سے محبت کر رہے تھے، محبت نبھا رہے تھے، نیک اور وفادار کون تھا۔ کون غلط تھا اور کون بہت غلط، اس کا حاصل کیا رہا، کسے کیا ملا، یہ سوال اب بھی تشنہ ہے۔" اس نے ڈائری والا ہاتھ نیچے کیا۔

"اگر یہ کہانی تھی تب تو ٹھیک تھا، اصل المیہ اس کے آگے ہے۔" اس نے گہری سانس لے کر اسے دیکھا۔

"یہ ڈائری ایمہ کو امی کے انتقال کے بعد ملی تھی۔ اتنے سال اس نے یہ چھپائے رکھی لیکن اب ابا کی گرتی صحت اور میرے رویے نے اسے مجبور کیا کہ وہ یہ تلخ حقیقت مجھ تک پہنچا دے، شاید بیٹیوں کے دل باپ کے لیے بنائے ہی نرم گئے ہیں۔ اسے یہاں تک پڑھنے کے بعد بھی ابا کے متعلق میری رائے بدلی نہیں تھی لیکن اس کے آگے محبت کے دو روپ ہیں۔ ایک انتقام اور دوسرے کو صرف تکلیف دینے والا، اسے روند کر توڑ کر زندہ لاش بنانے والا اور دوسرا محبوب کی خواہش اور خوشی پوری کرنے والا، اس کے لیے چلتی پھرتی لاش بن جانے والا....." اس نے رک کر گہری سانس لی۔

"میری پیدائش کے بعد مجھے دیکھ کر ابا کے چہرے پر بکھری خوشی اور محبت نے امی کے اندر انتقام اور جلن کی آگ لگائی تھی۔ وہ خوش نہیں تھیں تو ابا کو بھی کسی حال میں خوش رہنے کا حق نہیں تھا۔ ان کے دل میں یہ مقام کسی اور کا تھا لیکن زندگی نے یہاں ابا کو لا کھڑا کیا تھا، وہ انہیں اس مقام پر نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ ان کی نفرت پہلے اتنی شدید نہیں تھی جتنی میری پیدائش کے بعد ان کے الفاظ سے محسوس ہوئی۔ انہوں نے ابا کے چہرے سے یہ خوشی اور محبت چھیننے کے لیے پورے منصوبے کے ساتھ مجھے استعمال کیا تھا، شروع سے آخر تک۔ میری سوچ اور ذہن نے ان کی اداسی اور ابا کے رویے کے معنی خود ہی اخذ نہیں کیے تھے، میرے جذبات احساسات

www.zemtime.com

سب کچھ مینیو پلیٹ کرتے ہوئے وہ کم سنی سے ہی ان کا ہاتھ تھام کر انہیں اس راستے پر لے آئی تھیں جہاں ابا کلیرٹ تھے۔ انہوں نے کسی سے پوچھے اور بتائے بنا برتھ سرٹیفکیٹ فارم پر میرا نام لکھ دیا تھا کہ ایک بار سسٹم میں رجسٹر ہونے کے بعد تبدیل کرنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ عقیقے کے دن جب سب نام سیٹ کرنے لگے تب انہوں نے کہا میرا نام انظر ہے، انظر جو۔" اس کی آواز اور آنکھیں بھیگ گئیں تو وہ رکا۔

"ایک منٹ۔" جب ضبط نہیں کر سکا تو ڈائری پیچھے ڈال کر دروازہ کھول کر باہر نکلا اور کچھ قدم آگے جا کر رک گیا۔ اس کی پشت کار کی طرف تھی۔ اس کے نام کا پس منظر اسے بھی کچھ دیر کے لیے ساکت کر گیا تھا۔ سدوس باہر آئی۔ اس کی طرف قدم بڑھائے اور پھر رک گئی۔ کوئی تعلق، کوئی حق نہیں تھا جو اسے اس روتے شخص کے آنسو پونچھنے، اسے گلے لگانے یا پشت پر ہاتھ رکھ کر تسلی دینے بھر کی اجازت دیتا تھا۔ خواہش کی شدت اور تڑپ پر اس کی اپنی طے کردہ حدود غالب آگئیں۔ کچھ سرحدیں پار کرنے کے لیے صرف احساس کافی نہیں ہوتا ہے۔ وہ الٹے قدموں سے پیچھے ہٹی اور کار سے ٹکرا کر رک گئی۔ وہ اس کی طرف پیٹھ کیے اور وہ اس کی پیٹھ کو دیکھتے ہوئے رو رہی تھی کہ آنسوؤں میں شریک ہونے کے لیے کسی اجازت کی ضرورت ہوتی ہے نہ تعلق کی، ہاں یہاں احساس کافی ہوتا ہے۔

اس کی تسلیم شدہ کہانی ہی غلط نہیں تھی بلکہ اس کا کردار بھی کٹھ پتلی ثابت ہوا تھا اور نام تو، یہ کیسا انتقام اور غصہ تھا، کیسی محبت جس کے فراق نے اولاد کو بھی نہیں چھوڑا۔ محبت اور جنگ میں سب جائز والے مقولے پر محبوب اور بیوی تو عمل کر سکتی ہے لیکن کیا ماں بھی؟

کچھ دیر بعد وہ سنبھل کر پلٹا اور اسے پیچھے دیکھ کر چونک گیا پھر سست سے قدم اٹھا کر اس کے سامنے آیا۔ وہ اس کے قریب آنے تک چہرہ صاف کر چکی تھی۔

"سوری! میں یہ سب تمہیں سنا کر اداس کر رہا ہوں۔ مجھے اس وقت کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ نہ ابا کا سامنا کرنے کی ہمت تھی نہ ایسہ کا، اس لیے گھر جانے کے بجائے ادھر چلا آیا۔"

"آپ گھر سے نہیں آئے؟" اس کی آواز بھی بھاری ہو گئی تھی۔

"نہیں، کار ایک جگہ پارک کر کے پڑھ رہا تھا، پھر بہت دیر وہیں رکا رہا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، کچھ سوچ پاتا یا فیصلہ کرتا اس سے پہلے تمہیں فون لگا چکا تھا۔" اس نے اب غور کیا کہ اس کا تخاطب بدل گیا تھا۔

"نہ کرتے اسے مکمل۔"

"سچ ڈیلیٹ ہوتا ہے ہمیشہ کے لیے مٹتا نہیں، اس سے بھاگا نہیں جا سکتا اسے فیس کرنا ہی پڑتا ہے۔ اندر آؤ، دھوپ ہے۔" اس نے دوسری طرف جا کر اس کی نشست کا دروازہ کھولا۔ اس کے بیٹھنے کے بعد وہ خود بھی اندر آیا۔

سدوس نے مڑ کر ڈائری کو دیکھا پھر انظر کو وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"صحیح یا غلط کا فیصلہ تو آسان ہے لیکن یہ اتنی بلیک اینڈ وائٹ سچویشن نہیں ہے۔ ان سب کا ذمہ دار کون تھا، صرف امی یا نانا جان اور ابا بھی، کسے رویہ بدلنے کی ضرورت تھی، کس کی سوچ غلط تھی، کسے سخت ہونے کی، کسے نرمی برتنے کی، کب سخت ایکشن ناگزیر تھا، کہاں سہولت دینا چاہیے تھی یا راستہ ہی بدل لینا چاہیے تھا، ایسے کئی سوال ہیں جن کے جواب اب ڈھونڈنا مشکل ہے اور فضول بھی۔"

سدوس اس کی ایک ایک اختیاری اور بے اختیاری حرکت محسوس کر رہی تھی جن میں بے قراری تھی، اس کے الفاظ اور آواز میں جذبات کا بہاؤ سب اس پر یوں اثر کر رہا تھا جیسے وہ اس کا درد کہہ رہا ہو۔

"اگر یہ امی کی رائٹنگ، ان کے الفاظ نہ ہوتے تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے اس کا یقین نہیں دلا سکتی

www.zemtime.com

تھی۔ اس وقت میری سمجھ میں نہیں آرہا مجھے ان کی سوچ اور عمل پر دکھ اور حیرت زیادہ ہے یا ابا کے لیے اپنی سوچ اور رویے پر۔ اس ڈائری کے کتنے ہی جملے مجھے کتنی بار مار گئے مگر اب جب مجھے ابا کے لیے اپنے خیالات یاد آرہے ہیں تو میں واقعی شرمندگی سے مر جانا چاہتا ہوں۔ امی پر میرا مان ٹوٹا ہے اور ابا..... میں تو ہر پل، ہر لمحہ انہیں توڑتا رہا شعوری کوشش سے بھی اور اپنی موجودگی، اپنے نام سے بھی۔ میرا ہونا ہی ان کے لیے کتنا بڑا امتحان ہے پھر بھی وہ میرے ساتھ....." ایک بار پھر اس کی سرخ آنکھیں نم ہوئیں اور آنسو سدوس کی آنکھوں سے گرے۔ کتنے لمحے چپ چاپ سرک گئے۔

"ایک ماں نے یہ کیسا ستم کیا تھا، کبھی نہ بھولنے اور مٹنے والا، ہمیشہ سزا اور درد کا سایہ بن کے ساتھ چلنے والا..... کاش! ان کے ساتھ یہ ڈائری بھی مر جاتی دفن ہو جاتی لیکن پھر انکل اور انظر....." اس کی سوچیں بھی بھٹک رہی تھیں۔

"سوری!" انظر نے مڑ کر اسے دیکھا۔ "میں تمہیں یوں۔"

"نہیں۔" اس نے تیزی سے کہا اور چہرہ صاف کیا۔ "مجھے اچھا لگا کہ آپ نے مجھ سے شیئر کیا۔" انظر نے نظر نہیں ہٹائی لیکن کہا کچھ نہیں۔

"اب آپ کیا کریں گے میرا مطلب ہے انکل۔ ان کے ساتھ آپ" اپنی بات مناسب انداز میں کیسے کہے اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ اس کی دعا اس طرح قبول ہوگی یہ تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

"مجھے تو ان سے بے حساب معافیاں مانگنا چاہیے لیکن سچ کہوں تو اس وقت میرا دل کر رہا ہے میں کہیں غائب ہو جاؤں۔ کبھی ان کا سامنا نہ کروں۔" وہ جیسے ایک دم بہت تھک سا گیا تھا۔

"آپ کو ان کے پاس جانے میں دیر نہیں کرنا چاہیے۔ اب تو آپ ان کا صبر جانتے ہیں، انہیں انتظار بھی ہوگا کہ کبھی تو ان کی ریاضت ثمر یاب ہوگی، انہیں اور منتظر نہ رکھیں۔"

"اچھا ہوا امی نہیں ہیں۔" دنیا میں اپنی سب سے عزیز ہستی کے لیے یہ الفاظ کہتے ہوئے اطمینان محسوس کرنا اپنے آپ میں کیسی اذیت ناک سزا ہے کوئی اس سے پوچھتا۔

"کیا محبت ایسی ہوتی ہے سب کو اضطراب اور کرب دینے والی؟ یہ پیچیدہ جذبے، الجھے تعلقات کے سوا کچھ نہیں اور عمر بھر بھٹکنا مسافر کا مقدر بھی۔" آج سے پہلے اس نے محبت اور اس کے فلسفے پر کبھی غور نہیں کیا تھا اور پہلی بار سوچا بھی تو وہ کوئی اچھا خیال نہیں تھا۔

تبھی سدوس کے فون کی رنگ ہونے لگی۔ اس نے پرس سے فون نکالا۔ فضیلت کی کال تھی۔ اس نے موبائل سائلینٹ کر کے فون رکھ دیا۔ انظر کو پھر پچھتاوے نے گھیرا۔ کتنی بار اس نے بھی یہ ہی کیا تھا۔ کاش! وقت واپس آسکتا۔

"میں تمہیں گھر ڈراپ کر دیتا ہوں۔" اسے یاد آیا آج اس کی بہن کی منگنی تھی۔

"آپ اسی پوائنٹ تک چھوڑ دیں جہاں میں وپٹ کر رہی تھی۔ مہمانوں کے بیچ اس وقت میں کسی اجنبی کے ساتھ کار سے پہنچی تو یہ مقامی اخبار کی زینت بننے والا اسکینڈل ہوگا۔"

"میں اجنبی تو نہیں۔"

"وہاں سب کے لیے تو ہیں۔"

انظر نے چابی گھما کر انجن کو جگایا۔

"سوری میں اتنا ہی وقت دے سکی، اگر گھر میں فنکشن نہ ہوتا تو مزید رکتی۔"

"تم آنے کی پابند نہیں تھیں سدوس۔" وہ سڑک پر دیکھ رہا تھا۔ "تمہارا آنا اور سننا اس سارے واقعے کی واحد اچھی بات ہے۔" جیسے ماہر انگلیاں رباب کے تار چھوتے ہی مدھری دھن بکھیر دیتی ہیں وہی کام اس کے الفاظ نے کیا تھا بس رباب یہاں سدوس کا دل تھا۔ وہ چپ رہی تو انظر نے گردن موڑ کر دیکھا۔ وہ گود میں رکھے پرس کو دیکھ رہی تھی۔ چند منٹ میں مطلوبہ مقام پر پہنچنے تک وہ دونوں خاموش

www.zemtime.com

تھے۔ کار پارک کر کے وہ بھی باہر نکلا۔
"بس سے جانا ہے؟"
"نہیں رکشا سے۔" پیچھے دو تین رکشا کھڑے تھے۔
"واپسی کا ڈیسائڈ کیا؟" انظر نے پوچھا۔
"کل یا پرسوں ان شاء اللہ۔"
"میں نے آج واپسی کا سوچ لیا تھا لیکن اب پتہ نہیں کب جاؤں گا پھر بھی نکلنے سے پہلے ایک ٹیکسٹ کر دینا۔"
اس نے سر ہلایا۔ ایک بار پھر فون کی رنگ ہونے لگی۔ اس نے فون دیکھا نہ باہر نکالا۔
"میں چلتی ہوں اب۔" وہ رکشا کی طرف بڑھی پھر رک کر پلٹی۔
"انظر!" وہ ذرا ٹھہری۔
"مجھے آپ کا نام پسند ہے، یہ آپ کی شخصیت کو سوٹ کرتا ہے، اگر مجھے موقع ملا تو اپنے بہن بھائیوں کے بچوں میں کسی کا نام ضرور رکھنا چاہوں گی تاکہ وہ بھی ایک حساس اور محبت کرنے والا انسان بنے۔" وہ اس سے کئی قدم کے فاصلے پر تھی۔
"تھینک یو۔" کچھ توقف کے بعد انظر نے کہا تو آواز میں ارتعاش تھا۔
پھر وہ رکشا میں بیٹھ کر روانہ ہو گئی۔ انظر رکشا کے اوجھل ہونے تک وہیں رکا رہا تھا۔
گھر پہنچی تو گیٹ سے اندر جاتے ہی فضیلت سے سامنا ہو گیا۔
"حد کرتی ہو تم سدوس۔ یہ کوئی وقت تھا باہر جانے کا؟ تمہارا جانا ضروری بھی نہیں تھا کسی کے بھی ہاتھ بھجوا سکتی تھیں، آنکھوں کو کیا ہوا تمہاری؟"
"راستے میں بہت گرد اڑ رہی تھی، سارا راستہ آنکھوں سے پانی بہتا رہا ہے۔" حالاں کہ اسی قسم کے سوال سے بچنے کے لیے ایک جگہ رک کر پانی کی بوتل خرید کر اس نے منہ دھویا تھا۔
"عرشی کے کمرے میں روز واٹر ہوگا وہ ڈالو آنکھوں میں اور ہال جانے کی تیاری کرو۔" وہ مصروف تھیں اس لیے اس کی جلد خلاصی ہو گئی۔
لڑکے والے دوسرے شہر سے تھے۔ وہ تقریباً پچاس ساٹھ افراد تھے اور ان کے آنے کے بعد رسم سے پہلے ان کی خاطر تواضع میں ہی بہت وقت لگ گیا۔ پھر رسم ہوئی۔ اس کے بعد کھانا۔ وہ بھی سب کے ساتھ کاموں میں لگی تھی۔ کانوں میں گانے کے دل چیرتے جملے پڑ رہے تھے۔
"یہ ہی ہے بڑی والی۔"
"وہی جو ایک رات بعد ہی طلاق لے کر گھر آ گئی تھی۔"
"نوکری کرتی ہے، کسی ہوٹل میں منیجر ہے۔" یہ ایسے کہا جاتا جیسے اس سے گھٹیا ملازمت اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔
"کچھ تو ہوگا ورنہ ایک رات میں لڑکا طلاق کیوں دیتا اور پھر کہیں دوسری شادی بھی نہیں ہوئی اب تک۔"
"خود سر اور ضدی ہے۔ سب کی مرضی کے خلاف نوکری کر رہی ہے۔"
"ایسی لڑکیوں کو تو آزادی ہی چاہیے ہوتی ہے۔"
"باپ کو مٹھی میں کر رکھا ہے۔ ماں اور بہن بھائی کو تو پیر کی جوتی سمجھتی ہے۔"
یہ پہلی بار نہیں تھا۔ شیراز کی منگنی اور پھر شادی کے دوران وہ سارا وقت روتی رہی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ اس نے یہ سب پہلی دفعہ سنا تھا۔ وہ سنتی رہتی تھی لیکن اس تواتر سے اور ان لوگوں کے منہ سے جن کے متعلق اسے گمان تک نہیں تھا یہ سب سننا ایک الگ تجربہ تھا۔ اس بار اس کا اپنا ذہن بٹا ہوا تھا۔ دھیان بھٹک بھٹک کر انظر اور اس کے ابا کی طرف جا رہا تھا۔
جانے وہ گھر گیا بھی یا نہیں، انکل سے بات کی یا نہیں، کیا کہا ہوگا، اپنی ماں کا اصل چہرہ کیسے قبول کر پائے گا، یا اسے بھول جانے کی کوشش کرے گا۔ اس کی فکر نے وقتی طور پر اسے اپنے مسئلے، لوگوں کی

www.zemtime.com

نظروں اور لفظوں سے بے نیاز کر دیا تھا۔

☆☆☆

وہ ڈائری ہاتھ میں لیے کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر اسے گلو باکس میں بند کر دیا۔ اب بھی اس کے اندر کوئی اسے اکسا رہا تھا کہ بھاگ جاؤ یہاں سے، لوٹ جاؤ مگر وہ اپنے باپ کی سزا بھی ختم کرنا چاہتا تھا۔ بنا ملے چلے جانے کا فیصلہ ماں کی طرح بے حسی، خود غرضی اور صرف اپنے جذبات کو اہمیت دینے والی فطرت کا عکاس تھا اور ایک دن میں وہ کایا پلٹ ہوئی تھی کہ اب اسے یقین تھا اس کی فطرت باپ پر تھی۔

اس نے آواز کیے بنا کار کا دروازہ بند کیا اور چھوٹا گیٹ کھول کر اندر آیا۔ کار بھی اس نے باہر کھڑی کی تھی۔ زینے چڑھتے ہوئے ہی اسے ہال میں صوفے پر اخبار پڑھتے عرفان احمد نظر آ گئے تھے۔ عام طور پر وہ ان کی موجودگی میں ہال میں آتا ہی نہیں تھا۔ اس کے قدموں کی چاپ پر انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"کہاں چلے گئے تھے صبح صبح؟ اور اتنی دیر سے واپس آئے ہو۔" انہوں نے اخبار سے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

وہ 'یہیں تھا، ایسے ہی، کہیں نہیں' جیسے مبہم جواب دے کر گزر جانے والا آج صوفے کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ انہوں نے چونک کر بغور اسے دیکھا اور پھر اخبار بند کر کے اپنے بازو میں رکھ لیا۔

"سب خیریت ہے؟" یہ فکر مندی پرانی تھی نیا انظر کا ردعمل تھا۔ وہ سر جھکائے ہمت مجتمع کر رہا تھا۔ کتنے ہی پل گزر گئے اس کے منہ سے کوشش کے باوجود ایک لفظ بھی نہیں نکلا، وہ عام سا سوری بھی نہیں کہہ پا رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے انظر؟" ایمہ جو ہال میں آ رہی تھی واپس پلٹ گئی۔ انظر اٹھ کر قالین پر ان کے پیروں کے پاس بیٹھا اور ان کے گھٹنوں پر سر ٹکا دیا۔

"انظر..... انظر....." نمی محسوس کرتے ہی انہوں نے اسے اٹھانا چاہا لیکن ان کی زبان سے ادا ہو رہا اس کا نام اس کے دل میں تیر کی طرح پیوست ہو رہا تھا۔ یہ اذیت اسے اقبال جرم کے بعد مسکراتے ہوئے سزا کو گلے لگانے والے مجرم سی تسکین دے رہی تھی۔ جب وہ ہلا بھی نہیں تو وہ خود فرش پر بیٹھ گئے اور اسے شانوں سے تھاما۔

"تم بتانا نہیں چاہتے تو نہ کہو لیکن بیٹا! اس طرح نہ کرو۔ تم تو میرا سہارا میرا غرور ہو۔" وہ ان سے لپٹ گیا۔

"مجھے معاف کر دیں ابا....." اس نے بمشکل اپنی آواز اور لہجہ سنبھالا ہوا تھا۔ "میں نے ہمیشہ آپ کو غلط سمجھا، آپ کے متعلق ہمیشہ غلط سوچا، میں اپنی ساری غلطیوں کا اعتراف کرتا ہوں، میں شرمندہ ہوں، آپ سے نظریں نہیں ملا سکتا، میں جانتا ہوں آپ مجھے معاف کر دیں گے لیکن میں خود کو....." وہ اڑتالیس کا نوجوان پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔

"نہیں بیٹا....." انہوں نے اپنے لرزتے ہاتھ اس کے گرد پھیلا کر اسے خود سے قریب کیا۔ ان پر وہ لمحہ گزر رہا تھا جس کی آس میں انہوں نے پرخار تپتے صحرا کو حلق میں کانٹے اگاتی پیاس کے ساتھ عبور کیا تھا۔ بس ایک لمحے کی آس جس میں وہ سرخرو ہوں گے، جس میں ان کے نام بھی کوئی بے غرض جذبہ ہوگا، ان کی محبت پر کسی کو یقین آئے گا، ان کی قربانیاں کوئی سمجھ سکے گا۔

"معافی کس بات کی، میں کبھی تم سے ناراض نہیں رہا، تم نے کچھ غلط نہیں کیا۔" وہ جانے کس مٹی سے بنے تھے کہ انہیں محبت کے علاوہ کچھ اور نہیں آتا تھا۔ وہ بہت دیر تک روتا رہا انہوں نے بھی اسے چپ کرانے کی کوشش نہیں کی۔

اس نے انہیں بتا دیا کہ اسے رونق کی ڈائری ملی تھی جس میں انہوں نے اپنا دل کھول رکھا تھا، جوان کی واحد رازدار تھی۔ اس نے ایمہ کا ذکر نہیں کیا تھا۔ انہوں نے رونق کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ بس اس کا شانہ تھپتھپایا تھا۔ اس عمر میں بیٹے سے جوانی اور محبت کے قصوں پر کلام کرنا آسان نہیں ہوتا۔

"وہ سب اب قصہ پارینہ ہو چکا اب تم اپنی

www.zemtime.com

زندگی جیو۔" انہوں نے کہا۔

وہ کافی وقت بعد ان کے پاس سے اٹھ کر ایمہ کے کمرے میں آیا۔ بچوں کو اس نے انظر کے کمرے میں ٹی وی لگا کر بٹھایا تھا۔ وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر پلٹی۔ وہ کھڑکی کے قریب آیا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ انظر نے اسے شانوں سے تھاما۔

"تھینک یو۔" اس نے کہا اور ایمہ بھائی کے شانے سے لگ کر رونے لگی۔ ماں کے اس روپ کے بارے میں بات کرنا ان کے لیے ناممکن سا تھا۔ وہ دونوں اسی پل الفاظ کے بغیر گفتگو کا ہنر سیکھ گئے تھے۔

☆☆☆

منگنی والی رات تو سب اتنے تھکے تھے کہ اگلی صبح گیارہ بجے سے پہلے کوئی نہیں جاگا۔ دونوں چاچا اور دادا ناشتے کے بعد چلے گئے جبکہ ماموں اور نانی لوگ پچھلی شب ہی چلے گئے تھے۔ اسے اس طرح علیزہ کے ذریعے بلانے کی وجہ اس وقت سمجھ آئی جب پھوپھو نے آکر اسے تیار ہونے کا کہا کہ کچھ لوگ اسے دیکھنے آرہے تھے۔ ان کی جگہ امی یا خالہ ہوتیں تو وہ صاف انکار کردیتی تھی لیکن ایسا پھوپھو کے ساتھ کرنا ناممکن تھا اسی وجہ سے انہیں یہ ذمہ داری دی گئی تھی۔

وہ کپڑے تبدیل کرکے یونہی بیٹھی تھی کہ عرشی اپنا ساز و سامان لیے کمرے میں آئی۔

"پھوپھو نے کہا ہے آپ کا میک اپ کر دوں۔"

"اس سے کیا میری عمر کم ہوگی، یا میں بے انتہا حسین لگنے لگوں گی اور تم سب لوگوں کو اتنا بے وقوف اور اندھا کیوں سمجھتے ہو کہ انہیں سمجھ میں ہی نہیں آئے گا کہ میں نے کتنے کلو میک اپ تھوپا ہے؟" اس گولہ باری پر عرشی نے آنکھیں پوری کھول کر کچھ دیر اسے گھورا پھر ہاتھ میں پکڑا پاؤچ پلنگ پر رکھا اور کمر پر ہاتھ رکھ کر اس کے سامنے کھڑی ہوئی۔

"پہلی بات آپ بنا میک اپ کے ہی بڑی خوبصورت ہیں دوسری بات کہ پریزنٹیشن بھی ایک چیز ہوتی ہے، بندہ گھر والے حلیے میں مہمانوں کے سامنے نہیں جاتا اور اتنا غصہ کس بات کا؟ خوامخواہ اتنی انرجی کس لیے ویسٹ کر رہی ہیں آپ؟ ہوگا وہی جو آپ چاہیں گی، کوئی زبردستی تو آپ کو کہیں بیاہنے سے رہا۔ آپ بھی اچھی طرح مقابل کا جائزہ لیں تاکہ دلائل کے ساتھ انکار کرسکیں اگر دلیل لائق کچھ نہ ملے تو ابو تو ہیں ہی۔ آپ چاہیں تو اس ایکسپیرینس کو انجوائے بھی کرسکتی ہیں۔ ویسے بتادوں یہ رشتہ امی یا خالہ کی طرف سے نہیں، یہ کوئی پھوپھو کے سسرالی رشتے دار ہیں۔" اس نے بہن کے جلال کی ایک وجہ وہیں ختم کردی۔

اس کی تقریر کے بعد وہ چپ ہی رہی۔

"ویسے نو میک اپ لک کے لیے بھی میک اپ کیا جاتا ہے، وہی کردوں؟" ناچاہتے ہوئے بھی وہ مسکرادی۔

"میں اپنی شکل پہچان سکوں ایسا کچھ بھی کردو۔"

"اوکے۔" وہ ماہر میک اپ آرٹسٹ کی طرح 'ایکشن' میں آگئی۔ بچپن سے میک اپ کرنے کے شوق نے اسے خاصا طاق کردیا تھا۔

رشتہ چوں کہ پھوپھو کے توسط سے اور ان کے رشتے داروں کی طرف سے تھا اس لیے ابو بھی دلچسپی لے رہے تھے۔ انہیں بھی اس کی طرح خالہ اور امی پر اس معاملے میں اعتبار نہیں تھا۔ ایک بار کی ضرب ہی بڑی کاری تھی۔

اس پینتالیس سالہ مرد کی بیوی کی وفات ہوگئی تھی، بچے نہیں تھے اور یہ ہی اس رشتے کی شہ سرخی تھی۔ عرشی کی بات اس کے دل کو لگی تھی اور وہ سر جھکا کر بیٹھنے کے بجائے گفتگو میں حصہ لینے کے ساتھ ساتھ سوال بھی کر رہی تھی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا تقریباً سبھی حاضرین اس حرکت پر بے آرام ہو رہے ہیں لیکن اسے کہاں پروا تھی۔

www.zemtime.com

مہمانوں کے جانے کے بعد حسب امید اسلم مرزا اس کے پاس آئے۔

"بیٹا کیا تم نے کبھی شادی نہ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے؟" وہ سر جھکا گئی۔

"تمہاری مرضی کے بنا کچھ نہیں ہوگا لیکن میں کبھی شادی نہ کرنے کے فیصلے میں تمہارے ساتھ نہیں، یہ ممکن نہیں۔ تمہیں کوئی پسند ہے تو وہ بھی مجھے دل سے قبول ہے۔" ذہن و دل میں 'سالٹ اینڈ پیپر لک' والے ریٹائرڈ شوجج کی شبیہہ لہرائی اور اس کا سر مزید جھک گیا کہ ابو کچھ ہی نہ لیں۔

"تمہیں یہ پسند نہیں تو میں تمہاری پھوپھو سے کہہ دیتا ہوں لیکن یہ ذہن نشین کرلو کہ تمہیں شادی کرنا ہے۔"

"جی ابو۔" اس نے انہیں مطمئن کیا اور وہ شبیہہ مسکرانے لگی۔

اس رشتے پر ابو کے انکار پر امی اور خالہ کے پرسکون چہرے اسے ایک بار پھر غصہ دلا گئے۔ اس نے ضروری کام کا بہانہ بنا کر اسی شام واپسی کا شور مچادیا۔ سب اسے اگلی صبح جانے کا کہنے لگے۔ تبھی امی نے اطلاع دی کہ انہوں نے علیزہ سے بات کر لی ہے مونس کا دوست کل صبح لوٹ رہا ہے وہ اسی کے ساتھ واپس جائے گی۔ اس کا دل کیا سر پیٹ لے۔ ہوسکتا ہے وہ رکنا چاہتا ہو اور پچھلی بار کی طرح اس دفعہ بھی مونس کی بات نہ ٹال سکا ہو۔ وہ اس کی وجہ سے زبردستی آیا تھا اور اب کی وجہ سے جا بھی زبردستی رہا تھا۔

اگلی صبح کمرے سے باہر نکلی تو پتا چلا چاچی کے ابا فوت ہوگئے ہیں اور امی ابو شیراز ادھر جا رہے ہیں۔ عرشی کالج جا چکی تھی۔ خالہ جو اپنے گھر جانے والی تھیں امی کے واپس آنے تک رک گئیں کہ اس کے جانے کے بعد سومعہ اکیلی ہو جاتی۔ انظر کا رات کا پیغام تھا کہ وہ دس بجے تک اسے لینے آئے گا۔ علیزہ اسے بتا دے چکی تھی۔ وہ اپنا ضروری سامان سمیٹ کر بیگ میں ڈال رہی تھی کہ خالہ کمرے میں آئیں۔

"مونس کا دوست آگیا ہے، ہال میں بٹھایا ہے تم جلدی کرو۔"

وہ اطلاع دے کر وہیں جمی رہیں تو وہ جز بز ہوئی۔ ضرور انہیں بات کرنا تھی اور وہ موضوع جانتی تھی۔

"سدوس! ذرا ٹھنڈے دماغ سے بات سنو۔" وہ ہنوز اپنے کام میں مصروف رہی۔

"ایک جگہ بیٹھ کر بات سن لو۔"

"آپ کہیں میں سن رہی ہوں۔"

"طلاق کے بعد سے تم اپنی زندگی کے فیصلے اپنی مرضی سے کر رہی ہو، ایسا لگتا ہے اس طرح تم اپنی ماں کو سزا دے رہی ہو کہ پہلی شادی اور طلاق کی ذمہ دار وہ تھیں خیر۔ میں گڑے مردے نہیں اکھاڑنا چاہتی اس وقت، لیکن ایک التجا ہے اب مزید تنگ نہ کرو اور جو رشتے موجود ہیں یا آئیں ان میں سے کسی مناسب رشتے کے لیے ہاں کر دینا۔"

ان کی ہر بات پارہ چڑھانے والی تھی۔ وہ آرائشی میز سے مواسچرائزر اور دیگر کریمیں اٹھا رہی تھی جب انہیں کہتے سنا۔

"تمہارے باپ کو تو اب بھی فکر نہیں ہے، انہیں بس۔"

اس نے ہاتھ سے آرائشی میز کا سارا سامان پوری قوت سے دور پھینکا۔ فرش پر گری پرفیوم کی بوتلیں چھناکے سے ٹوٹی تھیں۔ وہ طیش میں ان کے سامنے آئی۔

"آپ مجھ سے بڑی ہیں لیکن معاف کریں اور مجھے کہنے دیں آپ کا رویہ اور یہ بات بے غیرتی اور بے شرمی ہے۔"

"بس کردو سدوس! آنکھوں اور کان کا استعمال کرو، اپنے اس دماغ کی کھڑکیاں کھولو۔" انہوں نے بھی غصے میں اس کی کنپٹی پر اپنی دو انگلیاں ٹھونکیں۔

"کیا جانتی ہو تم اپنے باپ کے بارے میں؟"

www.zemtime.com

خالہ کے لہجے میں دعوتِ مبارزت تھی۔

"یہی کہ وہ امی سے مقابلہ آرائی یا انہیں نیچا دکھانے کے لیے اپنی اولاد کی زندگیاں داؤ پر نہیں لگاتے۔" اس نے بھی آئینہ دکھایا۔ "ان کے نزدیک بچوں کی مرضی اور خوشی کو اولیت حاصل ہے۔"

خالہ کچھ دیر لب بھینچے اسے گھورتی رہیں پھر بالکل سرد آواز میں کہا۔

"تو آج سن لو تم باپ کی لاڈلی بیٹی! یہ گھر اور شادی اگر قائم و دائم ہے تو تمہاری ماں کی قربانیوں اور سمجھوتوں سے۔ بھائی جان کالج کے سب سے ہینڈسم اسٹوڈنٹ اور نمبر ون فلرٹ تھے، جن کے کئی مشہور زمانہ عشق اب بھی ان کے ہم عمروں کی یادداشت میں زندہ ہیں۔ مڈل کلاس کے والدین جن کی چار بیٹیاں ہوں وہ اسے لڑکوں کی معمولی عادت مان کر شادی کر دیتے ہیں، اس نصیحت کے ساتھ اب وہاں سے تمہارا جنازہ ہی نکلے گا۔ یہ کوئی نئی کہانی نہیں مگر یہ سلسلہ شادی کے بعد بھی جاری رہا۔ بھائی جان کی رنگین مزاجی کے ساتھ ساتھ خاندان کی باتیں طنز، تمسخر سب آپا نے سنے سہے اور اس کے ساتھ رشتے نبھائے، تعلقات بنائے رکھے، یہ سب آسان نہیں تھا نہ اتنی قوت برداشت سب میں ہوتی ہے، اس مسلسل جدوجہد نے انہیں تلخ کر دیا، دنیا کے سامنے سب اچھا ہے کا ناٹک کرنے والی نے گھر میں ناٹک نہیں کیا، وہ شوہر کے ساتھ ہنسی خوشی والا ڈرامہ نہیں کر سکیں، تمہارے ابو کی رنگین مزاجی کا سلسلہ تمہارے اسکول جانے کے بعد بند ہوا تھا۔ اللہ جانے بیٹی کے نصیب نے یا تمہاری خوب صورتی نے انہیں خوف زدہ کیا تھا یا پھر مکافاتِ عمل کا خیال آیا تھا کہ ان کی سرگرمیاں کم ہوتے ہوتے ختم ہوئیں۔ تم ان کا حسن اور عادتیں لے کر آئی تھیں شاید اسی لیے انہیں سب سے زیادہ عزیز ہو اور مزاج کی تبدیلی کی وجہ بھی بنی۔ اپنے جس دوست کے بیٹے سے وہ تمہارا رشتہ کرنا چاہ رہے تھے اس کی شہرت بھی ایسی ہی تھی اس لیے آپا نے دل و جان سے اس کی مخالفت کی اور وہاں شادی نہیں ہونے دی لیکن تقدیر کے آگے ہم بے بس ہیں۔ اتنا دیکھ بھال کر جہاں انہوں نے تمہاری شادی کی تم جانتی ہو وہاں سے تمہیں طلاق کیوں ہوئی؟ کبھی بتایا نہیں ابو نے تمہارے..... عاطف کی پھوپھو جنہوں نے شادی نہیں کی تھی اور فلائٹ کینسل ہو جانے کی وجہ سے وہ دبئی سے یہاں دیر سے پہنچی تھیں، انہوں نے تمہیں اگلی صبح دیکھا تھا۔ تم جوان کے مقابل کھڑی تھی اور جس کی صورت اس شخص سے ملتی تھی جس نے محبت کے نام پر انہیں دھوکا دیا تھا، وعدہ کر کے مکر گیا تھا۔ کالج میں تمہارے ابو کا مکمل نام سرفراز اسلم تھا۔ جب کہ انہیں عام طور پر سب اسلم مرزا کے نام سے جانتے ہیں۔ شاید یہ اتفاق نہ ہوتا تو شادی کی نوبت ہی نہیں آنی تھی لیکن یہی تو تقدیر کی ہیر پھیر اور چالیں ہیں۔ عاطف نے اپنی پھوپھو کی محبت میں تمہیں طلاق دی تھی، اپنی پھوپھو کے دکھ کا بدلہ لیا تھا اس نے تمہارے ابو سے۔"

"آ آ..... آ..... آپ..... آپ جھوٹ کہہ رہی ہیں خالہ۔"

"ابھی عاطف کو فون لگا کر دوں؟ اسی سے پوچھ لو۔"

"تمہیں اپنی ماں سے متنفر دیکھ کر کئی بار سوچا تمہیں یہ حقیقت بتا دوں لیکن ہر بار آپا روک دیتی تھیں۔" خالہ کی بات جاری تھی لیکن اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

اس نے آدھا ادھورا بھرا بیگ اور پرس اٹھایا اور دروازے کی طرف بڑھی جو بند نہیں تھا۔ پٹ پورا وا کرتے ہی قدم رک گئے۔ سامنے انظر کھڑا تھا۔ وہ اس کے بازو سے نکل کر گیٹ کی طرف بڑھی وہ بھی اس کے پیچھے تھا۔ خالہ نے کمرے میں پلنگ پر بیٹھتے ہوئے سوچا۔

کبھی نہ کبھی تو اسے اس کا علم ہونا ہی تھا۔"

وہ کار کے قریب پہنچی تو دور سے انظر نے

www.zemtime.com

دروازے ان لاک کیے۔ بیگ اور پرس پیچھے ڈال کر وہ اگلی نشست پر بیٹھ گئی۔ انظر نے کچھ کہے بنا کار آگے بڑھادی۔

کہاں سے سنا آپ نے؟" اس نے جھکے سر اور گرتے آنسوؤں کے ساتھ پوچھا۔"

" کچھ گرنے اور ٹوٹنے کے شور پر وہاں آیا تھا۔" اس نے دھیرے سے کہا۔

سدوس نے پیچھے ٹیک لگایا اور دوپٹا چہرے پر ڈال لیا۔

" میں سو رہی ہوں۔" انظر نے اسے دیکھا لیکن چپ رہا۔ کچھ دیر بعد وہ کھڑکی کی طرف مڑ گئی تھی۔ کار کی خاموشی میں اس کی سوں سوں ڈوبتی ابھرتی رہی پھر وہ بیچ میں سو گئی۔ جانے کتنی دیر بعد بے آرامی کے احساس سے اس کی آنکھ کھلی۔ وہ اب بھی کھڑکی کی سمت رخ کیے تھی۔ وہ آہستہ سے سیدھی ہوئی اور نشست کی پشت کو بھی سیدھا کیا۔ بال اور دوپٹا سمیٹتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ وہ سیٹ بیلٹ میں قید ہے جو اسے یاد تھا اس نے نہیں لگایا تھا۔ اس نے انظر کو دیکھا۔ وہ بھی اسے دیکھ کر مسکرایا۔

" کتنا وقت سوتی رہی میں"؟ اس کی کلائی پر گھڑی تھی نہ ہاتھ میں موبائل۔ باہر بھی موسم ابر آلود تھا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ابھی کافی سفر باقی ہے۔"

"کیسے فرق نہیں پڑتا!" اس نے سوچا لیکن کہا نہیں۔

" کھانے کے لیے رکتے ہیں۔" انظر نے کہا۔

" مجھے بھوک نہیں ہے۔" پھر احساس ہوتے ہی فوراً آگے جوڑا۔ " ہاں روکیں آپ نے تو کھانا ہوگا۔"

" تم بھی دیکھو کوئی ڈھنگ کی جگہ نظر آئے تو روکتے ہیں۔"

"ٹائم تو بتادیں۔"

"ایک بج کر بیس منٹ۔"

"اتنی دیر سوتی رہی میں!" وہ حیران ہوئی۔

"مجھے جگایا کیوں نہیں؟"

" تم یہ اطلاع دے کر سوئی تھیں کہ سو رہی ہوں، جگانے کے متعلق کوئی انسٹرکشن نہیں دی تھی۔" وہ ماحول بدلنے کی خاطر اسے چھیڑ رہا تھا۔

اس کے فقرے پر وہ مسکرائی بھی نہیں۔ اس کے متورم چہرے اور شہد رنگ آنکھوں پر اداسی غالب تھی۔

"علیزہ نے کہا ہے تمہیں گھر لے آؤں۔"

"نہیں۔ مجھے ریزورٹ ہی چھوڑ دیں، علیزہ کی تو عادت ہے، میں بات کرلوں گی اس سے۔"

اس نے جیسے خود پر خول چڑھا لیا تھا۔ اس کے انداز درمیان میں فاصلہ پیدا کرنے والے تھے لیکن انظر کو وہ زیادہ قریب محسوس ہو رہی تھی۔

"ہم جاتے وقت واقعی اجنبی تھے لیکن باتیں تم اب اجنبیوں کی طرح کر رہی ہو۔"

"نہیں تو۔" اس نے نظر چراتے ہوئے تردید کی۔

انظر نے کچھ کہا نہیں اور کار دائیں طرف موڑ دی جہاں ریسٹورنٹ تھا۔ کھانے کے دوران بھی وہ عام سی ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہی۔ انظر نے منگنی، عرشی کے سسرال اور لڑکے کے متعلق پوچھا۔ اس کے پاس محدود معلومات تھی سو جواب بھی ویسے ہی تھے۔

کھانے اور نماز کے بعد وہ پھر راستے پر تھے۔

سدوس....."

"جی۔"

"ہم اس بارے میں بات کیوں نہیں کر رہے ہیں؟" اس نے ایک اچٹتی نگاہ ڈالتے ہوئے پوچھا۔

" بخدا میں جج نہیں کر رہی، جینوئن تجسس اور حیرت ہے کہ آپ اتنے نارمل کیسے ہیں؟" کچھ دیر کی چپ کے بعد اس نے پوچھا۔

انظر پُرسوچ سا سامنے نظر جمائے رہا پھر کہنا

www.zemtime.com

شروع کیا۔

"نارمل کیا ہوتا ہے؟ زندگی بدلنے والے انکشاف اور حادثوں کے اثرات آخری سانس تک رہتے ہیں، انہیں مٹایا اور بھلایا نہیں جا سکتا۔ زخم بھرنے کا بھی اپنا دورانیہ ہوتا ہے۔ ان شارٹ تکلیف اور دکھ کو ایڈٹ کرنے کا کوئی شارٹ کٹ نہیں، یہ اپنا کورس مکمل کرتے ہیں۔ میں ہی نہیں اب ایسہ بھی ساری عمر مختلف خیالات سے پریشان رہے گی، مجھے ڈائری دینے کا افسوس، پچھتاوا، مجھے بے خبر ہی رہنے دیا ہوتا یا مجھے زبانی ہی بتا دیا ہوتا اور اس جیسے کئی دوسرے اگر مگر اور کاش، امی ابا ڈائری اور ان پر بات کرنا ہم دونوں کے لیے انگاروں پر چلنے جیسا ہے، میں اتنے برسوں تک کی غلط فہمی اور غلط رویے، یوں کچھ دنوں میں بھول نہیں سکتا بلکہ کبھی نہیں بھول سکتا۔ یہ اذیت اور تکلیف دراصل خراج اور قیمت ہوتی ہے ہمارے آگے کے واضح منظر کی، یہ جتنی جلدی ہم مان لیں سہنا اتنی جلدی تھوڑا سہل ہو جاتا ہے۔ باقی چلنا پھرنا، جاگنا سونا تو مجبوری ہے۔" وہ شعوری طور پر اسے کھلنے کے لیے اکسا رہا تھا۔

"اور سدوس۔" اس نے پل بھر کو چہرہ اس کی سمت کیا۔ "حادثہ کیسا ہی ہو ختم کچھ نہیں ہوتا، نہ ہم نہ زندگی نہ اس کے تقاضے۔"

"ہمم۔" وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

"میں نے اب تک کی عمر ایک درد کو دل سے لگا کر گزاری، اس کی آبیاری کی، اس سے وفادار رہا، امی سے ایک ان کہے وعدے کی پاسداری کی، اس کوشش میں اپنا پرائم ٹائم گنوا دیا۔ اپنی سمجھ بوجھ سے جو سچ مان لیا، اسی یقین اور اسی احساس کے آئینے میں دنیا کو دیکھا اور اسی بنا پر فیصلے کیے، اب وہ ہی غلطی دوبارہ نہیں کروں گا، ایشلی اس سفر کے بعد میرے پاس کچھ خواب ہیں آگے کے سفر کے لیے۔"

اس نے سڑک سے نظر ہٹا کر اسے دیکھا جو اس سے رخ موڑے تھی۔ اس نے اپنی وضع نہیں بدلی۔ کار کی فضا میں خاموشی اس وقت جو معنی لکھ رہی تھی، وہ اسے درہم برہم نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے چاہتے ہوئے بھی مزید کچھ نہیں کہا۔

بالآخر گردن کے احتجاج پر اسے سیدھا ہونا پڑا۔

"مجھے پتا نہیں اتنی نیند کیوں آ رہی ہے۔" اس نے جمائی روکتے ہوئے کہا اور آنکھیں موند لیں۔"

اب کے اس نے چہرے پر دوپٹا نہیں ڈالا تھا۔ نیند کا یہ غلبہ فراریت تھی، اس کے ذہن کا سوچنے اور سچائی کا سامنا کرنے سے گریز، ڈپریشن کی ایک کم یاب اور غیر معمولی علامت۔ اس نے جو سنا تھا اس کا ذہن و دل اسے قبول کرنے سے انکاری تھا۔ وہ تکذیب سے گزر رہی تھی۔ ذرا سی دیر میں وہ پھر سو گئی تھی۔ انظر نے رفتار بڑھا دی تھی۔

☆☆☆

جب وہ بیدار ہوئی تو باہر بارش ہو رہی تھی۔

"گڈ ایوننگ!" انظر نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ خجل ہو گئی۔

"ہم بس پہنچنے والے ہیں۔"

اچھا۔" اس نے باہر دیکھا وہ شہر سے گزر رہے تھے۔"

"یہاں پھر بارش ہو رہی ہے۔"

"اور مجھے کافی کی طلب۔" اس نے کچھ فاصلے پر دائیں طرف 'کیفے کافی ڈے' کی طرف اشارہ کیا۔

"لیکن یہاں چائے نہیں ملے گی۔" وہ ہنس دیا۔ پھر نظریں دوڑانے کے بعد اسے تسلی دی۔

"قریب چائے کا انتظام بھی ہے۔" وہیں دوسری دکانیں بھی تھیں۔

"پھر روک دیں۔"

"اندر چلیں یا یہیں لے آؤں؟" اس نے بریک لگاتے ہوئے پوچھا۔

"یہیں لے آئیں۔"

"اوکے۔"

"مگر بارش ہو رہی ہے، آپ بھیگ جائیں

www.zemtime.com

گے۔" پھر خود ہی پیچھے مڑ کر دیکھا جہاں اس کی جیکٹ پڑی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اٹھالی۔

"تھینک یو۔" انظر نے اس کے ہاتھ سے لے کر پہنا اور باہر نکل گیا۔

اس نے پیر سامنے پھیلاتے ہوئے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسائیں۔ اسے بھی باہر نکلنے کی ضرورت تھی۔

"بارش نہ ہوئی تو اتر جانی۔" ہاتھ نیچے کرتے ہوتے ہوئے اس نے سوچا۔ کچھ یاد آنے پر پیچھے سے پرس اٹھا کر اس میں سے فون نکالا۔

ابو، امی، خالہ، علیزہ سب کی مسڈ کالز تھیں، پیغامات بھی۔ کچھ دیر سارے نوٹیفکیشنز کو گھورنے کے بعد اس نے فون سوئچ آف کر دیا۔

"ساری مسڈ کالز انظر نے سنی ہوں گی۔" اس نے فون واپس رکھتے ہوئے سوچا۔ ریئر ویو مرر اپنی طرف کر کے شکل دیکھی اور اسے خالہ کے الفاظ یاد آ گئے۔

"تم ان کا حسن اور عادتیں لے کر آئی تھیں۔"

اس کے نین نقش باپ جیسے تھے۔ خاص طور پر اسے حسین بنانے والی گلابی رنگت اور غلافی بھوری آنکھیں۔ اس نے مرر کا رخ موڑ دیا اور کیچر نکال کر بال ہاتھوں سے سنوارنے لگی۔ انہیں سمیٹ کر دوبارہ کیچر لگایا اور دوپٹا درست کر کے انظر جدھر گیا تھا اس طرف دیکھنے لگی۔ وہ آتا دکھائی دیا تو بائیں طرف جھک کر دروازہ پورا کھول دیا۔

"تھینک یو۔" اس نے اس کے ہاتھ سے چائے کا کاغذی کپ لیا۔

"پتا نہیں کیسی ہے لیکن میری بنائی چائے سے تو بہتر ہی ہوگی۔"

اس نے اپنی نشست سنبھال کر دروازہ بند کیا۔ وہ نظروں سے اپنا کافی کپ رکھنے کی جگہ ٹٹول رہا تھا۔ سدوس نے ہاتھ بڑھا کر اس کا کپ لے لیا۔ انظر نے جیکٹ اتار کر پیچھے رکھی پھر کپ واپس لیا۔

"تمہیں بھوک تو نہیں لگی؟ میں نے اسنیکس نہیں لیے۔"

نہیں، بس چائے چاہیے تھی۔" اس نے پہلا گھونٹ لیا۔"

"ناٹ بیڈ!" اس نے ایک گھونٹ کے بعد رائے دی۔ اسے دیکھ رہا انظر تسلی سے مسکرا دیا۔

چالیس منٹ بعد وہ ریزورٹ پہنچ گئے تھے۔ بارش تھم چکی تھی۔

"آپ رکیں گے؟"

"نہیں۔"

"تھینک یو، سب کے لیے۔"

"یہ تو مجھے کہنا چاہیے، تم نے تو مجھے 'سب کے لیے تھینک یو' ڈیزرو کرنے کے قابل نہیں سمجھا۔" یہ شکوہ تھا یا ناراضی لیکن انظر نے مسکراتے ہوئے سادگی سے کہا۔

اس نے اضطراری انداز میں پہلو بدلا۔ کچھ کہنے کی کوشش میں سر اٹھا کر اسے دیکھا لیکن زبان اور الفاظ کوئی ساتھ دینے تیار نہ ہوا۔

"سدوس!" اس کی احساس سے لبریز سرگوشی نما پکار بھرے بادل میں شگاف کر گئی۔ وہ بے اختیار رونے لگی۔ اس افتاد پر وہ خود حیران تھی۔ خود کو روکنا چاہتی تھی مگر آنسو تھم نہیں رہے تھے۔ اس نے تھوڑی دیر انہیں قابو کرنے کی ناکام کوشش کی پھر دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ لیا۔ اس کی گھٹی گھٹی سی گریہ زاری رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"سدوس!" پورا اس کی سمت مڑ کر نشست کے پیچھے ہاتھ رکھتے ہوئے انظر نے پھر آواز دی۔

"اب تم اس بارش میں بھیگنے سے بیمار پڑ سکتی ہو۔" اس نے آہستہ سے چہرے سے ہاتھ ہٹائے اور جھکے سر کے ساتھ دوپٹے سے چہرہ خشک کیا۔

"تم جب بھی اندر کا غبار نکالنے کے لیے ریڈی ہو میں ایک میسج، ایک کال کے فاصلے پر ہوں۔ ویسے میرا خیال ہے علیزہ کی بات مان لینی چاہیے، میں تمہیں وہاں ڈراپ کر دیتا ہوں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

www.zemtime.com

"میں ٹھیک ہوں اور اس وقت اکیلے رہنا چاہتی ہوں۔" اسے اس کی مسلسل نگاہ کا احساس تھا اور دیکھے بنا اس کا مدعا بھی جانتی تھی۔

"اوکے۔" دھیرے سے کہہ کر وہ سیدھا ہوا۔ سامنے سے مظفر چاچا آتے دکھائی دیے تو اس نے دروازہ کھولا پھر اس کی سمت رخ کیا۔

"آپ فریش اور ری چارج تو ہو لیں۔"

"تھینک یو لیکن مجھے سات بجے سے پہلے پہنچنا ہے، رکا تو لیٹ ہو جاؤں گا۔"

مظفر چاچا وہاں پہنچ چکے تھے وہ باہر نکلی اور پچھلا دروازہ کھول کر بیگ اٹھا کر انہیں تھمایا۔

"آفس میں رکھ دیں چاچا میں آرہی ہوں۔"

"جی بیٹا۔" انظر کو سلام کرنے کے بعد وہ چلے گئے۔ انظر بھی کار سے نکل کر اس کے پاس کھڑا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"پھر۔ اللہ حافظ۔" سدوس نے کہا۔ اس کا گریز اور احتیاط سمجھنے کے باوجود بھی انظر کا چہرہ سب کچھ کہہ رہا تھا اور وہ انجان بننے کی کوشش میں عیاں ہو رہی تھی۔

"جلد ملیں گے پھر۔" اور وہ جیسے تب تک کے لیے دید ذخیرہ کر رہا تھا۔ وہ چپ رہی تو انظر نے کہا۔

"ان شاء اللہ ہی کہہ دو یا واقعی دوبارہ ملنا نہیں چاہتیں؟"

"ایسا نہیں ہے۔ ان شاء اللہ ملیں گے پھر۔" وہ مسکرائی اور انظر کو لگا پھر رونے لگے گی۔

"اللہ حافظ۔" کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی۔ آفس کے دروازے پر پہنچ کر اس نے مڑ کر دیکھا۔ انظر نے ہاتھ ہلایا اور وہ بھی ہاتھ ہلا کر اندر چلی گئی۔

☆☆☆

انظر اس کی کال کا انتظار کرتا رہا۔ وہ جان بوجھ کر خود اس سے رابطہ نہیں کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا اسے وقت چاہیے لیکن پھر اس سے صبر نہیں ہوا۔ دوسرے ہفتے وہ اس کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ سدوس نے کتاب بازو میں رکھی اور دوپٹا لے کر پلنگ سے نیچے اتری۔ اسے لگا تھا مظفر چاچا ہوں گے۔ ان کے علاوہ شاذ ہی کوئی اس کے کمرے تک آتا تھا۔ دروازہ کھولتے ہی اسے جھٹکا لگا۔ یہ اتنا غیر متوقع سامنا تھا کہ وہ انظر کے سلام کا جواب بھی نہیں دے سکی۔ سنبھلتے ہی اس نے ہاتھ سے کھلے بال سمیٹے اور ایک طرف ہو گئی۔ انظر اسے دعوت سمجھتے ہوئے اندر آ گیا۔

"میں مخل تو نہیں ہوا؟" اس نے ادھ کھلی کتاب کی طرف انگلی اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"ویسے میں ایک پروپوزل لے کر آیا ہوں، اس سے آگے آ کر کرسی کھینچتے ہوئے وہ ساکت ہو گئی۔"

"تمہارے اس شوق سے جڑا۔" اس نے پھر کتاب کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے ذرا دیر کے لیے بے جان ہو گئے ہاتھوں سے اسے کرسی پیش کی۔

"بیٹھیں۔" کمرے پر طائرانہ نظر ڈالتا وہ بیٹھ گیا۔

"تم بھی بیٹھو۔" اسے یونہی کھڑا دیکھ کر اس نے آگے جھک کر کرسی کھینچی۔

"میں پہلے کافی کے لیے کہہ دوں۔" وہ دروازے کے قریب دیوار میں لگے انٹر کام کی طرف بڑھی۔

"میرے کمرے میں دو کافی بھیجنا پلیز..... نہیں کافی ہی۔"

وہ کرسی پر آ کر بیٹھی تو مسکرا کر اسے دیکھا۔

"کیسے ہیں آپ؟"

"تم کیسی ہو؟" اس نے جواب دینے کے بجائے گہری نظروں کے ساتھ سوال کیا۔

"ٹھیک ہوں۔"

"میں کال اور ٹیکسٹ کا انتظار ہی کرتا رہا۔"

"میں اب تک ریڈی نہیں ہوں۔"

"یعنی میں چلا جاؤں۔"

"میرا یہ مطلب نہیں۔" اس کے گود میں دھرے ہاتھ اضطراری انداز میں متحرک تھے۔

www.zemtime.com

''آپ میرے شوق کے متعلق کچھ کہہ رہے تھے۔'' اس نے بات بدل دی۔

''مجھے 'سلیٹ' کے لیے اردو ایڈیٹر کی ضرورت ہے۔''

''مجھے بس مطالعے کا شوق ہے یہ جاب تو.....''

''مجھے ابھی جواب نہیں چاہیے، آرام سے سوچو، چاہو تو میں جاب ڈسکرپشن وغیرہ ای میل کر دوں گا۔'' وہ اس بہانے آیا تھا مگر اسے اس بات کو طول نہیں دینا تھا۔

''ٹھیک ہے۔''

تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔ سدوس نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور ملازم سے ٹرے لے کر واپس آئی۔ اسے میز پر رکھنے کے بعد ایک مگ اس کے آگے رکھا اور کرسی پر بیٹھ گئی۔

''کیا یہاں کے ملازم بھی بری چائے بناتے ہیں؟''

''نہیں۔'' وہ ہنس دی۔ ''مجھے کافی سے بیر تھوڑی ہے۔'' اس نے مگ اٹھایا۔

''تم نے ابو اور امی سے بات کی؟''

''کرتی ہوں۔''

''میں نے روٹین بات کا نہیں پوچھا۔''

''نہیں۔''

''کیوں؟''

''کیوں کروں؟''

''کیوں نہیں کرنی؟''

''اس سے کچھ نہیں بدلے گا، جو جیسا ہے ویسا ہی رہے گا بلکہ جنھیں میں شرمندہ نہیں دیکھنا چاہتی وہ شرمندہ ہوں گے، پھر ایک لڑائی ہوگی، کیا پتا شیراز اور عرشی کو بھی بھنک پڑ جائے، پردہ نہیں رہے گا تو لحاظ بھی ختم ہو جائے گا، ایک بھی اچھا نتیجہ نہیں اس کا.....''

''تمہاری گھٹن ختم ہوگی، تمہارا غصہ اور تکلیف کم ہوگی، تمہارا یہ ڈپریسڈ موڈ ٹھیک ہوگا، تم اس فیز سے باہر نکل کر آگے بڑھ سکو گی۔''

''مجھے آگے پیچھے کہیں نہیں جانا ہے۔'' اس کے لہجے میں ضدی تھی۔

''جمود موت ہے سدوس! خود کو اس طرح برف میں دفن نہ کرو۔''

''انظر! میری زندگی میں پہلے بھی کوئی ہلچل اور حرارت نہیں تھی آگے بھی ایسی ہی رہے تو میرے لیے آسانی ہی ہے۔''

''تمہاری زندگی میں حرارت ہوگی محبت بھی.....''

''محبت!'' تلخ سے لہجے اور طنزیہ تبسم کے ساتھ اس نے بات قطع کی۔

''کون سی محبت؟ آپ کی امی والی جس نے انتقام کا رنگ اوڑھ کے بیٹے کو باپ سے دور کر دیا، انکل والی جس کی سوغات اذیت اور تنہائی ہے، ابو جیسی محبت جس کی گنتی ممکن نہیں یا عاطف کی پھوپھو والی جس نے ایک لڑکی کو طلاق کا طوق پہنایا؟''

اس کے سخت تاثرات دیکھتے ہوئے انظر کے دل پر پہلی بار خوف نے دستک دی، پانے سے پہلے گنوانے کے خوف نے۔

تم کیوں اسے ان چار افراد کی کسوٹی پر جانچ رہی ہو، دنیا میں صرف تمہی شیڈور تو نہیں محبت کے۔''''

''میں نے تو یہ ہی دیکھے اور مجھے یقین ہے اس کا انجام کسی نہ کسی کی بربادی پر ہی ہوتا ہے۔''

''یہ سچ نہیں، تم اپنا تجربہ کر کے دیکھ لو۔''

''نہیں ہے اتنا حوصلہ۔'' اس کی آواز رندھ گئی۔ دوسرے کا حوصلہ آزما لو۔''

''اس آزمائش کا انجام بھی ویسا ہی ہوا تو؟''

''نہیں ہوگا۔''

''مجھے خود پر یہ ہی اعتبار اور یقین نہیں ہے۔'' آنسو ضبط کا ہاتھ چھڑا کے پھسلتے گئے۔

''مجھے ہے۔'' وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے روتے ہوئے مسکرائی۔

www.zemtime.com

"غلط ہے انظر۔ آپ مجھے جانتے ہی کتنا ہے اس لیے ایسے دعوے نہ کریں۔" اس نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔

"سدوس! تم موقع تو دو، سنو تو۔"

آپ یہ ہی غلط سمجھ رہے ہیں کہ آپ کو محبت ہے....."

"میں نے کب کہا مجھے محبت ہے؟" اب کے انظر نے اس کا جملہ مکمل نہیں ہونے دیا۔

وہ اتنی شرمندہ ہوئی کہ یہ اس کے لیے زمین پھٹے اور وہ دھنس جائے کی خواہش والا لمحہ تھا۔

"محبت سے میں بھی بھاگتا رہا ہوں، ایسا نہیں ہے کہ امی کی ڈائری پڑھنے کے بعد یا ایما کے متعلق غلط فہمی دور ہونے پر اچانک مجھے محبت ہوگئی ہے بلکہ مجھے اب بھی نہیں معلوم یہ کیسی ہوتی ہے۔ ڈائری سے پہلے ہی تم نے میرے اندھیری کال کوٹھڑی میں مقفل احساسات کو دروازے کھولنے کی ضد پر لگا دیا تھا، میرا دل تمہاری جانب مائل ہوا تھا، مجھے تم اچھی لگی تھیں، ڈائری سے پہلے ہی مجھے تمہاری فکر ہوئی تھی، سیڑھی پر تمہیں کافی پیتے دیکھ کر میں نے طے کیا تھا مجھے اچھی چائے بنانا سیکھ لینا چاہیے، جیکٹ سے تمہاری مہندی کی خوشبو پر پہلی بار میں نے اس خوشبو اور رنگ سے جڑی رسم کو سوچا تھا، اسے تم سے منسوب کیا تھا، تمہیں بس اسٹاپ پر لے جاتے ہوئے میں نے سوچا تھا آئندہ ہر بار تمہیں گھر تک ڈراپ کروں گا، ڈائری پڑھنے کے بعد مجھے تم یاد آئی تھیں، باقی زندگی کے سارے درد ساری خوشیاں بھی مجھے تمہارے ساتھ بانٹنا ہے، مجھے تمہارا ہاتھ تھامنے، تمہاری آنسو پونچھنے، تمہیں سنبھالنے اور سمیٹنے والے سارے حقوق چاہئیں۔ میری ان خواہشوں کو تم جو چاہے نام دے دو لیکن سچ کہو، ان میں سے کسی ایک خواہش پر بھی تمہارا دل نہیں دھڑکا؟ اگر دھڑکا ہے تو حوصلہ کرو سدوس....."

"انظر!" پھر آنسو ٹوٹ کر گرنے لگے۔

"مجھے آپ کی سچائی پر شک نہیں لیکن....."

گلے کے پھندے نے اسے روکا۔ "آگے آپ مایوس ہوں اس سے بہتر ہے آپ یہ تکلیف دہ بات ابھی تسلیم کر لیں کہ میں آپ کے لیے نہیں، محبت میرے لیے نہیں۔ میں اپنے ماں باپ کی زندگی اپنی زندگی سے نہیں نکال سکتی، اس کے اثرات سے نہیں نکل سکتی، یہ میری کمزوری ہے۔" اس نے آنسو صاف کیے۔

"ہم ٹین ایجرز نہیں، ہمارے مزاج پختہ ہیں یہ اب بدلنے والے نہیں، آپ نے اپنی امی کی ڈائری کو جس طرح ہینڈل کیا میں ابو اور امی کی حقیقت ویسے ٹیکل نہیں کر سکتی۔"

"سدوس....."

"پلیز! میں خود کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ مجھے شادی اور محبت سے چڑ ہوگئی ہے۔ آپ زندگی میں آگے بڑھیں، تنہا نہ رہیں، آپ کو خوش دیکھ کر مجھے بھی خوشی ہوگی، مجھے قائل کرنے کی کوشش اور میرے مان جانے کا انتظار فضول ہے۔" وہ کھڑی ہوگئی۔

"کافی ٹھنڈی ہوگئی ہے، میں دوسری لاتی ہوں۔" وہ مگ اٹھا کر جانے لگی تھی کہ انظر نے دوسری طرف سے مگ پکڑا۔ اسے رکنا پڑا۔

"ان سب میں تم نے میرے لیے اپنی فیلنگز کا ذکر نہیں کیا۔" دونوں کے ہاتھ کے درمیان پھنسا مگ ڈگمگایا اور کافی چھلکی۔ انظر مسکرایا اور اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ اس نے نظر چرالی۔

"ابھی آئی۔" وہ باہر چلی گئی۔ کچھ دیر بعد واپس آئی تو انظر وہاں نہیں تھا۔ وہ بے دم ہوتے قدموں سے آگے آکر اس کی کرسی پر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر مگ کو دیکھتی رہی پھر کافی پینے لگی۔ گرم کافی تھی یا کوئی اور حدت کا احساس کہ وہ روئے جا رہی تھی۔

☆☆☆

انظر نے علیزہ سے جانے کیا کہا تھا کہ وہ ہر دوسرے دن اس کے ارادے بدلنے کے لیے اسے فون کرنے لگی تھی۔

''اب کیا فلموں کی طرح خدانخواستہ خدا

www.zemtime.com

ناخواستہ انظر بھائی کے ایکسیڈنٹ یا کسی بڑی بیماری کی خبر سنتے ہی تمہارا احساس جاگے گا اور تم ہیروئین کی دوڑتی ہوئی آؤ گی؟"

اس سے زیادہ مرتبہ اللہ نہ کرے اس نے دل میں دہرایا تھا۔

"تم مجھے فون کرنے کے بجائے ان کے لیے کوئی ڈھنگ کی لڑکی کیوں نہیں دیکھتیں؟"

"انہیں ایک بے ڈھنگی پسند آگئی ہے اور انہیں اسی کے ساتھ ہیپی اینڈنگ چاہیے۔"

"جو ملنے سی رہی! پہلے ہی ان کے بال پکنے لگے ہیں، تم ہی عقل کے ناخن لو۔"

"اب یہ زیادتی ہے، ان کی عمر اور وہ گرے بال ہی ان کا سب سے بڑا چارم ہے۔"

"کوئی اور بات نہیں تو فون رکھو اور اگر واقعی ان کی فکر ہے تو کہیں شادی کروادو جلدی۔"

"تمہارا کیا "رک جاؤ۔" کا نعرہ لگاتے ہوئے ان کی شادی کے منڈپ میں انٹری مارنے کا ارادہ ہے۔ اتنی فلمی لگتی تو نہیں تھیں تم۔"

اس پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ اس کی ان باتوں کا علیزہ پر کوئی اثر نہیں تھا۔

خالہ نے کسی کو نہیں بتایا تھا کہ وہ سب اگل چکی ہیں اس لیے اس کا رویہ بھی سب کے ساتھ معمول کی طرح ہی تھا۔

☆☆☆

پہلی بار عرفان احمد اس کے ساتھ رہنے آئے تھے۔ رات کھانے کے بعد کچھ دیر اپنے کام کی اور ادھر ادھر کی باتوں کے بعد وہ کمرے میں جانے لگا تو انہوں نے آواز دے کر روکا۔

"انظر....."

"جی۔" وہ وہیں سے مڑ کر انہیں دیکھنے لگا۔

"سدوس کیسی ہیں؟" اسے ان سے اس سوال کی امید نہیں تھی اس لیے گڑبڑا گیا اور فوراً جواب نہیں دے سکا۔

آں..... ٹھیک ہے..... میری کافی ٹائم سے بات نہیں ہوئی۔" وہ اس کے سامنے آکر رک گئے۔

"اچھی بچی ہے۔ تم بھی شادی کے بارے میں سنجیدگی سے سوچو، پہلے ہی لیٹ ہو گئے ہو۔" انہوں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور اپنے کمرے میں چلے گئے۔

"دیکھ لو ابا کو بھی احساس ہے!" اپنے کمرے میں آکر اس نے دل میں اسے مخاطب کیا۔

اگلے دن کے کپڑے دیکھنے کے لیے الماری کھولی تو سامنے ہی اس کا وِنڈ چیٹر ٹنگا تھا۔ اس نے اسے ہینگر سے نکالا اور پلنگ کے کنارے پر ٹیک گیا۔ اسے کبھی اس سے سگریٹ کی مہک نہیں آئی تھی بلکہ اس دن کے بعد سے اس میں حنا کی خوشبو بسی تھی۔ اس نے اس کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔ سدوس کے ہاتھوں سے جھڑی مہندی کے ذرے اب تک اس میں موجود تھے۔ ابا کے الفاظ اب بھی اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔

"پہلے ہی لیٹ ہو گئے ہو۔" وہ کچھ دیر گہری سوچ میں ڈوبا رہا۔ پھر جیکٹ ایک طرف رکھ کے فون اٹھایا۔ علیزہ سے اس کی امی کا نمبر لیا اور اسی وقت انہیں فون لگایا۔

فضیلت نے اجنبی نمبر دیکھ کر تیسری کوشش میں فون اٹھایا تھا۔ بات ختم کر کے وہ بہت دیر کمرے میں ٹہلتی رہیں۔ پھر کمرے سے نکل کر ہال میں آئیں جہاں اسلم مرزا ٹی وی دیکھ رہے تھے۔

"سب کچھ بھول کر صرف ایک بات کا جواب دیں۔" انہوں نے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی بند کر کے بنا تمہید کے ان سے پوچھا۔

"آپ کو سدوس کی پروا ہے؟ کیا آپ اسے واقعی ہنستا بستا دیکھنا چاہتے ہیں؟" انہیں فضیلت کی حرکت پر غصہ آیا تھا اور ان جملوں نے حیران کیا۔ انہوں نے کچھ دیر بیوی کو دیکھا پھر اس کے چہرے کی سنجیدگی بھانپ کر جواب دیا۔

"ہاں۔"

"اس کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

www.zemtime.com

"کچھ بھی، سب کچھ۔" فضیلت ایک گہری سانس لے کر ان کے بازو میں بیٹھ گئیں۔

☆☆☆

ایک بار پھر وہ دروازے پر غیر متوقع ملاقاتی دیکھ کر ششدر تھی۔ ان دونوں کو ساتھ دیکھنا ہی اس کے لیے عجوبہ تھا لیکن ان کی بات سن کر تو اسے خواب کا گمان ہونے لگا۔

"تمہاری اور ہماری عمر وہ ہے کہ اب بہانے، جھوٹ اور پردہ داری کا کوئی مطلب نہیں۔ شادیاں ہر قسم کی ہوتی ہیں، ازدواجی زندگی بھی ہر قسم کی، بد قسمتی سے دونوں معاملوں میں ہماری قسم بے جوڑ اور کڑوی تھی۔ اس کی وجہ جو بھی رہی ہو ہم نے اپنی اپنی جگہ، اپنے طریقے سے بچوں کا بھلا سوچا۔ ہمیں ایک دوسرے کے طریقے اور سوچ پر اعتراض اور اس کے صحیح ہونے پر شک رہا مگر نیت ایک ہی تھی۔ ہمیں اعتراف ہے کہ کئی بلکہ بیشتر معاملات میں ہم نے اپنے رویے اور چپقلش سے بچوں پر ہو رہے اثرات پر دھیان نہیں کیا۔ جس کا افسوس ہے اور پچھتاوا بھی کہ اب وقت گزر چکا ہے۔" وہ حیران سی اپنے ابو کی بات سن رہی تھی۔ وہ خاموش ہوئے تو فضیلت گویا ہوئیں۔

"ہماری زندگی واحد اور آخری کسوٹی نہیں ہے بلکہ اسے تو وہ معیار بنالو کہ تمہیں کسی حال میں یہاں تک نہیں جانا۔ محبت اور ساتھی تو مقدر میں لکھا ہی ملتا ہے لیکن مقدر لکھنے والا اتنا مہربان ہے کہ اسے بگاڑنا سنوارنا ہمارے اختیار میں دے رکھا ہے، ہم نے بگاڑا، اس بگاڑ سے سیکھ کر تم سنوارو۔ دوسرے کے تجربے سیکھنے اور تجربے کے لیے ہوتے ہیں، اسے اپنے فیصلوں کی بنیاد نہیں بناتے۔ ہر کسی کا اپنے تجربے سے گزرنا ہی زندگی کی خوبصورتی ہے کہ اس میں یکسانیت نہیں ہوتی، یہ کن ہی دو افراد کا ہو بہو نہیں ہوتا کہ سب کے حالات، مزاج، احساسات، سمجھ کا لیول ایک سا نہیں ہوتا ہے اور یہ اچھا شگن ہے بہت خوش آئند بھی۔

اس لیے اچھے گمان کے ساتھ فیصلہ کرو، آگے بڑھو، پسند کرنے والا، پسند آنے والا، سمجھنے والا مل جائے تو اسے مایوس نہیں کرتے، نہ منہ موڑتے ہیں، یہ نعمت سب کے حصے میں نہیں آتی اور زندگی تنہا نہیں کٹتی۔ ہماری زندگی کو ہی دیکھو کہ شادی، فیملی اور زندگی کے لیے ایسا ساتھی کیوں ضروری ہے، کیوں انمول ہے۔" اسے پہلی بار ماں کی آواز میں درد محسوس ہو رہا تھا۔ وہ رک گئی تھیں۔

"میاں بیوی کسی ایک بات پر بھی 'کامن گراؤنڈ' ڈھونڈ لیں تو الجھنیں، مشکلیں کم ہو جاتی ہیں اور اگر یہ اولاد کی بھلائی ہو تو انا اور اختلاف بھی کمزور پڑ جاتے ہیں، یہ بڑی دیر سے سمجھ میں آیا، اگر یہ ایک بات کہ ہمیں اپنے بچوں کو خوش حال دیکھنا ہے ہم سمجھ جاتے، قبول کر لیتے تو زندگی ایسی نہیں ہوتی جیسی اب تک گزاری ہے۔" ابو کی بات ثبوت تھی کہ بڑی دیر سے سہی مگر وقت رہتے ان دونوں کو 'کامن گراؤنڈ' مل گیا تھا۔

"ہماری زندگی جیسی بھی گزری اب ہمارا مقصد تمہیں خوش اور آباد دیکھنا ہے۔ ہماری ایک طرح سے ناکام زندگی کی کامیابی تم تینوں کو خود سے بہتر زندگی گزارے دیکھنا ہوگی۔" ابو کی آنکھوں میں ندامت اور ملال کا رنگ اسے بہت دکھ دے رہا تھا۔

اس رات وہ اس کے پاس ہی ٹھہرے۔ اسلم مرزا اس کے پلنگ پر سوئے تھے اور وہ پہلی بار اپنی ماں کے ساتھ نیچے فرش پر بستر بچھا کر۔ رات کے کسی پہر گہری نیند میں فضیلت کو دیکھتے ہوئے اس نے پہلی اپنا ان کے اوپر رکھ دیا۔ ماں کی آغوش سے محرومی کی ذمہ دار وہ خود تھی۔

اگلی صبح جب وہ سامان ٹیکسی میں رکھ رہے تھے تو فضیلت نے اسے بتادیا کہ انظر نے انہیں فون کیا تھا۔ اس کا ماننا تھا کہ یہ گرہ ان دونوں کے علاوہ کوئی اور نہیں کھول سکتا ہے۔ انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ ان کے لیے اپنی انا اور عزت نفس چھوڑ کر شوہر کے پاس جانا کیسا قیامت سے گزرنے جیسا تھا۔

www.zemtime.com

ان دونوں کے جانے کے بعد وہ بہت دیر سے فون ہاتھ میں لیے ادھر ادھر ٹہل رہی تھی۔ اس کا نام کب سے اسکرین پر تھا لیکن وہ کال کی علامت کو چھو نہیں پا رہی تھی۔ آخر اس نے واٹس ایپ کھولا۔

"آپ کا پہلا اور آخری پیار اب بھی کافی ہے؟"

کچھ سیکنڈ بعد ہی جواب حاضر تھا۔

"یس، مشروبات میں۔" وہ سوچ ہی رہی تھی کہ اس کا اگلا پیغام بھی آ گیا۔

"ویسے تم نے چائے کو پہلا پیار نہیں کہا تھا۔"

"اب کہہ دیتی ہوں، چائے میرا پہلا پیار ہے۔"

"میں سیکنڈ پوزیشن پر بھی خوش ہوں۔"

"لیکن میں خوش نہیں۔"

"اور وہ کیوں؟"

"میرے پہلے اور دوسرے پیار کی آپس میں بنتی جو نہیں۔"

توقع کے عین مطابق اگلے پل فون کی رنگ نے شور مچانا شروع کر دیا۔

☆☆☆

"ویسے آپ اب بھی امی والے ہیں۔" وہ دونوں اس وقت ریزورٹ کے کالج نمبر سات کے سامنے گرل کے پاس کھڑے تھے۔

"اس بیان کا پس منظر؟"

"آپ نے ابو کو نہیں امی کو جو فون کیا تھا۔" وہ ہنسنے لگا۔

"ایسا نہیں ہے۔ یہ بحث کا موضوع ہی نہیں کہ ہمیشہ امیاں یعنی عورت صحیح ہوتی ہیں یا ابا یعنی مرد۔ دراصل ہر رشتے میں ایک فریق زیادہ سمجھ دار، زیادہ صابر اور رشتے کو چلانے والا ہوتا ہے۔ میرے کیس میں یہ فریق ابا تھے اور تمہارے کیس میں امی اس لیے انہیں فون کیا، اس لیے نہیں کہ میں امی والا ہوں۔"

"ممم....." اس نے جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا۔

"اب بھی اس میں سگریٹ کی اسمیل ہے۔"

"خدا کا خوف کرو! ہاتھ بھی نہیں لگایا سگریٹ کو، ویسے مجھے تو کبھی محسوس نہیں ہوئی۔" اس نے جیب سے ہاتھ نکال کر مٹھی کھولی۔ اس میں خشک مہندی کے ذرات تھے۔ اس نے حیرت سے انظر کو دیکھا

"ہاں مجھے اس سے یہ خوشبو ضرور آتی ہے۔"

"ہا! مجھے کیوں نہیں محسوس ہوئی؟ کپڑے بھی آسیب زدہ ہوتے ہیں کیا؟" وہ خوف زدہ سی جیکٹ اتارنے لگی تھی کہ اس نے اسے شانوں سے تھاما۔

"سگریٹ اور مہندی بہانے تھے، دراصل اس میں ہماری خوشبو بسی ہے، تمہیں میری محسوس ہوئی مجھے تمہاری۔"

سدوس نے منہ بنایا۔

"کیا غلط کہا؟"

"غلط کا نہیں پتا لیکن یہ..... ایسی طرح کے ڈائیلاگ..... کیا کہیں گے اسے..... ممم....." وہ سوچنے لگی۔ "ہاں ٹین ایجرز والے ہیں یا پھر۔"

تب ہی علیزہ ان دونوں کو ڈھونڈتی ہوئی ادھر آئی۔

"ادھر ہیں یہ مڈل ایج لیلیٰ مجنوں....."

"ہے....."

"اے!" وہ دونوں تنبیہی انداز میں چیختے ہوئے جارحانہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر اس کی طرف مڑے تھے۔

علیزہ سینے پر ہاتھ رکھ کر گھبرا کر پیچھے ہوئی۔

"کیا ہوا؟"

ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور روزدار قہقہہ لگایا۔

انہیں کیا ہوا؟" پیچھے سے آئے مونس نے پوچھا۔ "شاید لیٹ شادی کے سائیڈ ایفیکٹس ہیں یا پھر شادی نے دیوانہ کر دیا ہے۔" وہ دونوں حیرت سے انہیں ہنسی سے بے حال ہوتے دیکھ رہے تھے۔

☆☆

www.zemtime.com